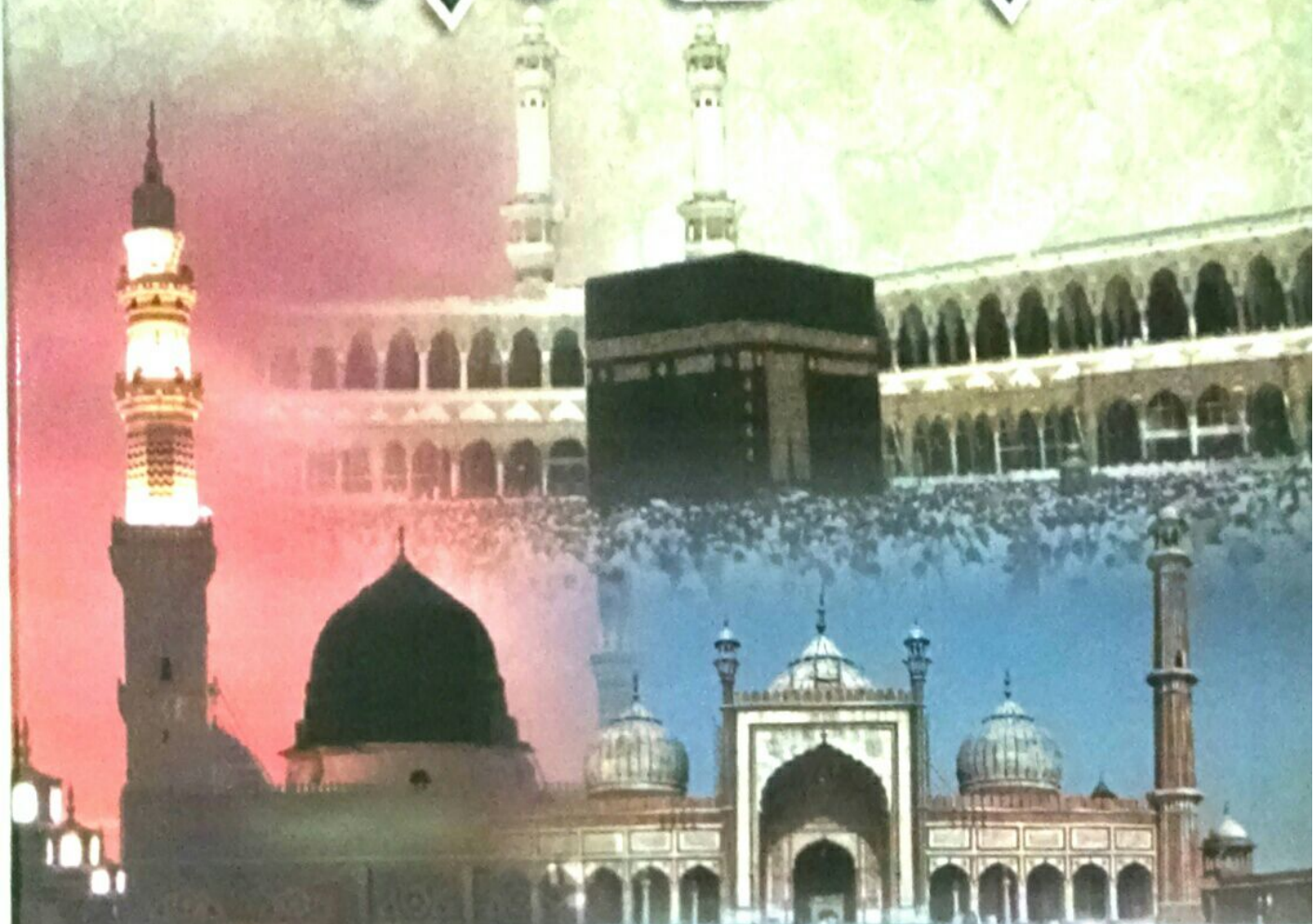
مجھ کو حامدؔ اُن کے الطاف و کرم
لے گئے اِس پار سے اُس پار تک

اِس پار سے اُس پار تک



مصنف
حامدؔ امروہوی

مرتب
سردار خانم مخفیؔ امروہوی

مجھ کو حامدؔ اُنؐ کے الطاف و کرم
لے گئے اِس پار سے اُس پار تک

اِس پار سے اُس پار تک

مصنف

حامدؔ امروہوی

مرتب

سردار خانم مخفیؔ امروہوی

© جملہ حقوق بحق مصنف

IS PAR SE US PAR TAK

By: **Hamid Amrohvi**

Ist Edetion : 2015 AD/1436 AH

نام کتاب	:	اِس پار سے اُس پار تک
مصنف	:	حامد امروہوی
مرتب	:	سردار خانم مخفی امروہوی
سن اشاعت	:	۱۴۳۶ھ/۲۰۱۵ء
مطبع	:	ڈائمنڈ پرنٹرز، نئی دہلی 09313780743

ملنے کے پتے:

□ امریکہ میں

- Zeenat Empurium
6348, W. Campbell Av.
CHICAGO- IL - 60659
Phone (773) 430-8055

- Hamid M. Husain
6057-N.LINCOLN Av., Apt- 315
CHICAG0- IL- 60659 U.S.A

- 135. S. COMMONWEALTH DR
BOLINGBR00K- IL- 60440
E.Mail: h.husain@att.net
Phone: 773 - 733 - 0860
773 - 870 - 9453
630 - 226 - 5756

□ ہندوستان میں

- مرزا ساجد حسین ساجد امروہوی
محلہ سدو، امروہہ۔۲۴۴۲۲۱ (یوپی)

- ڈاکٹر زیبا جلیل
عبداللہ مینشن، 4/1325 نیو سرسید نگر، علی گڑھ۔۲۰۲۰۰۲ (یوپی)

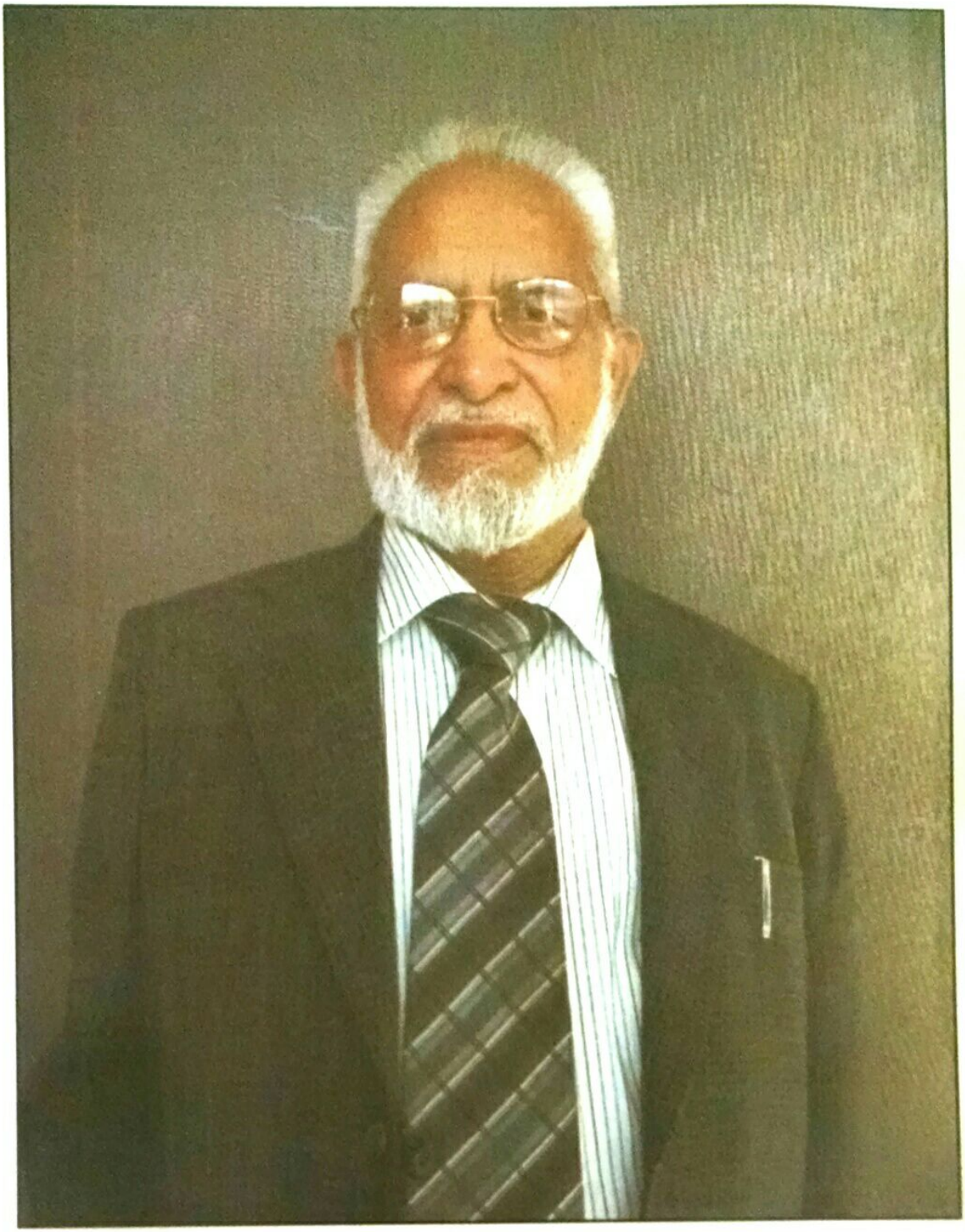
فہرستِ مضامین

.1	کوائف		7
.2	انتساب		9
.3	عرضِ مرتب		11
.4	پیش لفظ		13
.5	گلستانِ شعروادب کا گلاب	قمر علی عباسی	17
.6	حامد امروہوی: روایتوں کا امانت دار شاعر	محمد قمر الحسن بستوی	20
.7	منفرد نعت گو شاعر: حامد حسین امروہوی	محمد عامل عثمانی	39
.8	مدحت کے پھول	نیر جہاں	44
.9	حامد امروہوی	سلطانہ مہر	47
.10	خیابانِ ارم	ڈاکٹر توفیق انصاری احمد	52
.11	حامد امروہوی اور خیابانِ ارم	ایس زیڈ حسن	59
.12	خیابانِ ارم کا رسمِ اجرا	فاطمہ احمد مظہر	64
.13	خیابانِ ارم	امین حیدر	67
.14	حامد امروہوی کے نئے مجموعہ کلام 'خیابانِ ارم' کا اجرا	خلیل الزماں خاں	71
.15	'خیابانِ ارم'	رحمان ساز واگلے	75
.16	حامد امروہوی	نسیمہ کلثوم نسیم	79

.17	جہانِ فکر خیابانِ ارم	پروفیسر عقیل دانش	83
.18	نعت گو خاندان کا ایک نعت گو شاعر	احمد حسین صدیقی	86
.19	سرمایۂ رؤف امروہوی	سید حشمت سہیل	89
.20	تہنیت نامہ	سید حشمت سہیل	94
.21	انتخابِ کلام		
	• سب سے پہلے یہ حق ادا ہو جائے		97
	• گر نصیب انکا نقشِ پا ہو جائے		99
	• السلام اے حاصلِ دنیا و دیں		100
	• آنکھ میں عکسِ روضۂ انور اللہ اکبر اللہ اکبر		102
	• کوئی پہنچا دے درِ سرکار تک		104
	• بجھے ہوئے ہیں جہاں صلح و آشتی کے چراغ		106
	• چلا ہوں شہرِ مدینہ کو میں برائے دل		108
	• قلب بھی منور ہے روح بھی منور ہے		110
	• ایمان کا حصول محبت نبیؐ کی ہے		111
	• کس کے غم کا درِ آقاؐ پہ مداوا نہ ہوا		112
	• مسلکِ اہلِ وفا میں ہر بہانہ ہے منع		113
	• نہ آفتاب ہوا ہے نہ ماہتاب ہوا		115
	• ہر اک بلا سے زمانے کی ہو گیا محفوظ		117
	• دوستو شہر میں سرکارؐ کے آئے ہوئے ہیں		119
	• کارِ فرزانگی اور کیا چاہئے		121
	• کوئی الفاظ نہ تھے جب لبِ اظہار کے پاس		123
	• قسمت ملے مجھے جو شہیدیؔ تری طرح		125
	• کیا خوب ہے سرکارؐ کے کوچے کی فضا بھی		127

- ان کی رحمت کی انتہا ہی نہیں 129
- میرے اللہ مسلماں کو مسلماں رکھنا 131
- ذکر انساں کا تو کیا ہے نہ گماں تک پہنچے 133
- دیں احمد ایمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم 135
- ان کے طفیل خوبیٔ تقدیر مل گئی 136
- جان ہے صدقے نبیؐ پر اور دل قربان ہے 137
- رازِ حق کے امیں بے گماں مصطفیٰؐ 138
- کرم ساتھ لایا شہِ دینؐ کا جلوہ 139
- بہرِ تعظیم اُٹھی رحمتِ باری آئی 140
- دی ہے جنابِ شیخ نے پھر اک نئی طرح 141
- اس طرح دکھائے گا اثر دیدۂ تر آج 142
- کیا خوب ہے سرکارؐ کے کوچے کی فضا بھی 144
- رات میں حاضرِ دربار تھا اللہ اللہ 146
- متفرق نعتیہ اشعار 147
- وہ کیسی کرتے ہیں نوازش جا کے دیکھو تو 149
- غلامِ دردِ والا سے دور رہتا ہے 150
- نبیؐ کے ساتھ وہ نسبت ہے بدرِ چشتیؒ کی 152
- سودا ہے ترا سر میں دل میں تری الفت ہے 154
- انھیں صورت مری بھائی بہت ہے 155
- لے کر نیا ستم ستم ایجاد آ گیا 157
- نکل آئے ہیں کیوں آنکھوں سے آنسو 159
- فضلِ رب ہے گلشنِ افضل میں آئی ہے بہار 160
- رُخ پر ترے نہ کیوں ہوں مجاہد نثار پھول 162

- نسیم صبحِ نوید بہار لائی ہے 164
- میں انتظارِ صبح میں بیٹھا تھا شام سے 166
- یہ سال جاتے جاتے خوشی دے گیا مجھے 167
- اب علینہ مری نگاہ میں ہے 168
- خدا کی رحمتوں کا سلسلہ ہے 169
- دادا دادی کے درمیان میں ہے 171
- میری بیٹی کی بیٹی اُس کی بیٹی 172
- مدّاح کو مل جاتا ہے مدحت کا صلہ بھی 173
- حامد و خانم 176



حامدؔ امروہوی

کوائف

نام : حامد حسین مرزا

تخلص : حامدؔ امروہوی

والد کا اسمِ گرامی : الحاج (ماسٹر) حافظ محمد عبدالرؤف رؤفؔ امروہوی

پیدائش : ۲۰ر جنوری ۱۹۳۶ء، امروہہ، یوپی، ہندوستان

ملازمت : ۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۹ء

اتر پردیش کے محکمۂ شوگر کین سے وابستہ رہا اور ۱۹۶۹ء سے ۱۹۹۶ء تک علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے غیر تدریسی عملے سے منسلک رہا۔ ۱۹۹۱ء سے ۱۹۹۶ء تک چھٹی پر امریکہ رہا۔

ہجرت : ۱۹۹۱ء سے شکاگو، امریکہ میں قیام

شاعری کا آغاز : غالباً جب نویں کلاس میں تھا اپنے شفیق استاد مولانا صفی مرتضی صاحب مرحوم کے دیے ہوئے ایک مصرعے پر پہلی غزل لکھی۔

تلمذ : حضرت الحاج کوثرؔ القادری مرحوم

برادرِ گرامی : حضرت سیفیؔ امروہوی

تصانیف : (1) مدحت کے پھول نعت و مناقب پہلا ایڈیشن (۱۹۹۵ء)
دوسرا ایڈیشن (۲۰۰۱ء)

(2) خیابانِ ارم حمد و نعت و مناقب (۲۰۰۰ء)

(3) جوئبارِ بخشش حمد و نعت و مناقب (۲۰۰۳ء) (اردو اور رومن میں)
مدحت کے پھول اور خیابانِ ارم کی منتخب نعتیں اور ۲۰۰۰ء سے ۲۰۰۳ء تک کا کلام۔

(4) متاعِ مخفیؔ: مرتب حامدؔ امروہوی، اہلیہ سردار خانم یوسف زئی کا کلام

(5) سرمایۂ رؤف امروہوی: والدِ محترم کے دیوان ''لخلخۂ محامد''، ''گلرنگِ تخیل'' اور ''کوثرِ رحمت'' اور سوانح ''اپنی زباں سے میں'' کا انتخاب

(6) وسیلۂ بخشش: حمد اور نعت (۲۰۰۸ء)

(7) ذریعۂ بخشش، انجمنِ یادگارِ رؤف امروہوی کے زیرِ اہتمام ۲۰۰۵ء اور ۲۰۰۹ء میں منعقدہ سالانہ مشاعروں کا انتخاب

ارادت : حضرت الحاج سید قربان علی شاہؒ ڈبائی

اعزازات : (الف): ''شرف ملا ہے مدینے میں حاضری کا مجھے
مجھے ہے ناز کہ سرکارؐ کی نگاہ میں ہوں''

(ب): تاعمر ادبی خدمات کا اعزاز: (الف) ایوارڈ امریکن اردو رائٹر سوسائٹی، ۱۰ر مئی ۲۰۰۲

(ت): ادارہ تبلیغ الاسلام، نیویارک تاعمر ادبی خدمت کا اعزاز ۲۰۱۲ء

گھر جنت : اہلیہ: سردار خانم مخفی امروہوی

جگر گوشے: ڈاکٹر زیبا جلیل اہلیہ ڈاکٹر جلیل احمد خاں مرحوم، ڈاکٹر ضیاء شمسی اہلیہ فرقان شمسی، زہرہ قادری، محمد عامر مرزا دلہن ہما کریم، محمد بابر مرزا اہلیہ انا مرزا

نواسے نواسیاں: تزئین خاں اہلیہ محمد مشہر صدیقی، فرحین خان اہلیہ سید مدثر علی، یشفین خان اہلیہ سید مجتبیٰ علی، محمد طلحہ خان، محمد نبیل شمسی، منال شمسی، عائشہ قادری اہلیہ ڈاکٹر کامران شیروانی، مریم قادری اہلیہ ڈاکٹر احمد عبداللہ

پوتے پوتیاں: رباب مرزا، محمد صارم مرزا، علینا مرزا، علی یاور مرزا

پَر نواسے پر نواسیاں: ہمزا علی صدیقی، یحییٰ علی صدیقی، سیدہ خدیجہ علی سید عبداللہ، ایان خاں شیروانی، نور شیروانی رحمہ یوسف

رابطہ: Hamid Husain :
6057-N.LINCOLN Av., Apt-315
CHICAGO-IL-60659
E.mail: h.husain@att.net
Phone:773-733-0860
773-870-9453

انتساب

میں اپنے دیوان ''اِس پار سے اُس پار تک'' کو اپنے اور اہلیہ کے
مرحوم عزیزوں کی ارواح کے نام کرتا ہوں اللہ رب العزت ان
سب کی مغفرت فرمائے اور جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے (آمین)

والدِ محترم حضرتِ رؤف امروہوی
محترمہ محمدی بیگم والدۂ گرامی

خسرِ محترم جناب سردار احمد خاں صاحب
محترمہ صدیقہ خاتون خوشدامن صاحبہ

ہم زلف جناب شرافت اللہ خاں
محترمہ قمر بانو ہمشیرۂ نسبتی

بہنوئی نواب زادہ خالد حسین خاں
محترمہ حامدہ بیگم بہن

برادرِ گرامی مرزا احمد حسین سیفی امروہوی
محترمہ فہمیدہ خاتون بھابی صاحبہ

ہم زلف جناب فضل عباس عباسی
محترمہ مہر بانو ہمشیرہ نسبتی

بہنوئی مرزا شجاع الرحمٰن
محترمہ تائبہ بیگم بہن

برادرِ گرامی مرزا محمد حسین
میرے بڑے بھائی

ہمشیرہ نسبتی محترمہ شجر بانو
میری اہلیہ کی بہن

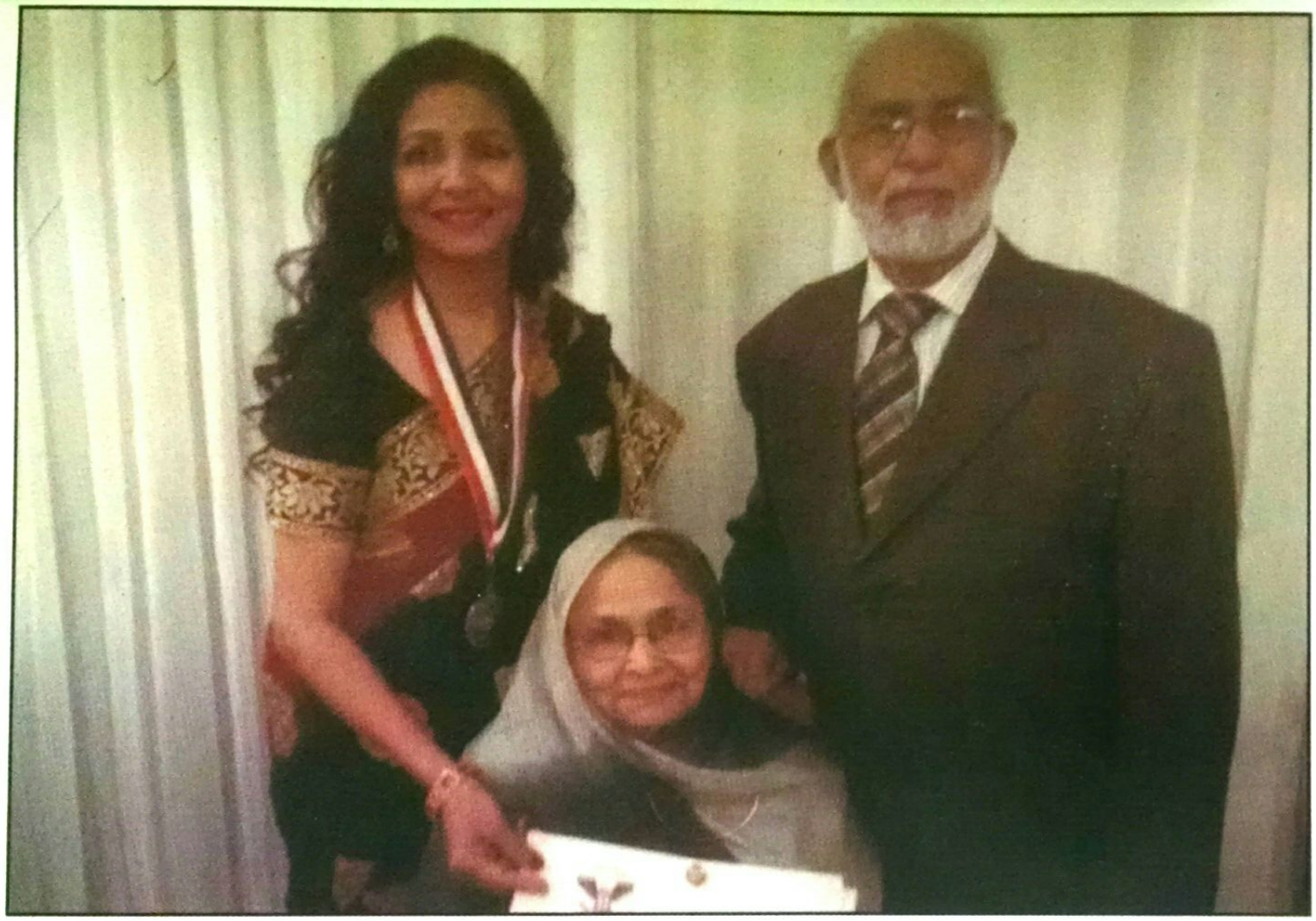
جناب خورشید احمد انصاری
میرے بہنوئی

جناب ڈاکٹر جلیل احمد خاں
میرے داماد

میری بھابی محترمہ قمر سلطانہ
اہلیہ ساجد مرزا

سردار محمود خاں
برادرِ نسبتی

جناب حاجی ممتاز احمد صاحب	میرے نانا
جناب سید عقیل احمد صاحب	میرے ماموں
جناب عزیز احمد صدیقی ورئیس احمد صدیقی	ہمارے ماموں
جناب علاء الدین صدیقی	میرے خالو
عزیزی ذیشان قیصر	ہمشیرہ نسبتی
عزیزی اُمِ سلمٰی	بھتیجی
عزیزی تنویر کامل	نواسہ



(دائیں سے) حامدؔ امروہوی، مخفیؔ امروہوی اور زیبا قادری

عرضِ مرتب

اللہ رب العزت کا ہزار ہزار شکر کہ اُس نے میرے شوہر کو صحتِ کاملہ سے نوازا اور ہم سب کی محنت کا اجر عطا فرمایا۔

گھر واپسی پر صفائی کرتے ہوئے بہت سے کاغذات نکلے۔ اُن کو الگ الگ طبوعہ اور غیر مطبوعہ کی صورت میں ترتیب دیا اور حامد صاحب کے مشورہ کے بعد ان کو کتابی شکل دی۔ ایک کتاب کا نام ''اِس پار سے اُس پار تک'' تجویز کیا گیا اور دوسری کا نام ''نعت خوانی سے نعت گوئی تک۔''

''اِس پار سے اُس پار تک'' کو اپنی شادی کی 55 ویں سال گرہ پر اپنے شوہر حامد صاحب کو پیش کر رہی ہوں۔ انشاءاللہ دوسری کتاب جلد ہی حاضر کروں گی۔

قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اپنی رائے سے نوازیں اور جو خامیاں ہوں اُن سے آگاہ فرمائیں تاکہ اگلی اشاعت میں ان کو دور کیا جا سکے۔

جن کرم فرماؤں کی نگارشات اس مجموعے میں شامل ہیں ان کی شکر گزار ہوں اور سب کے لیے دعا گو ہوں۔

سردار خانم مخفیؔ امروہوی

شکاگو

۱۸ر شعبان ۱۴۳۶ھ

پیش لفظ

میرا پہلا دیوان 'مدحت کے پھول' ۱۹۹۵ء میں شائع ہوا، اس میں ہندوستاں میں کہی ہوئی نعتیں جو یادداشت میں محفوظ تھیں اور ایک سلام شامل تھا اور کئی منقبتیں بھی شامل تھیں اس کے بعد اگلا دیوان 'خیابانِ ارم' ۲۰۰۰ء میں اشاعت پذیر ہوا اور امریکہ کے ماحول کے مطابق ضرورت محسوس ہوئی کہ کلام سے مشکل الفاظ کو نکالا جائے اور 'تم'، 'تو'، 'تیرا' کی جگہ 'آپ'، 'وہ'، 'ان' کو نظم کیا جائے چنانچہ کلام میں حسبِ ضرورت تبدیلیاں کی گئیں اور اردو اور رومن میں 'جوئیبارِ بخشش' کے نام سے کتاب شائع ہوئی جو اردو ادب میں پہلی کوشش تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہر حلقے میں اس کی پذیرائی ہوئی۔ یہ کتاب ۲۰۰۳ء میں شائع ہوئی۔ اس میں جو کلام ہے وہ سب پہلے دونوں مجموعوں کی منتخب نعتیں ہیں اور اُس وقت تک کہی ہوئی نعتیں ہیں۔

اس کے بعد میری بیماریوں کا سلسلہ شروع ہوگیا جس کا اثر میری یادداشت پر پڑا اور شاعری بہت کم ہوگئی مگر ادبی مصروفیات جاری رہیں۔ سنہ ۲۰۰۵ء میں اپنی اہلیہ سردار خانم 'مخفی' امروہوی کا کلام مرتب کر کے 'متاعِ مخفی' کے نام سے شائع کیا۔ متاعِ مخفی کے کام سے فارغ ہونے کے بعد اپنی زندگی کا سب سے بڑا کام کیا اپنے والدِ گرامی کے تمام کلام کو یکجا کر کے ۲۰۰۷ء میں 'سرمایۂ رؤف امروہوی' کے نام سے شائع کیا۔ 'مدحت کے پھول' 'خیابانِ ارم' کے بعد کا کلام رومن رسم الخط میں جوئیبار بخشش میں شامل ہوگیا تھا اس کو اور اس کے بعد جو کہا اُس کو ۲۰۰۸ء میں وسیلۂ بخشش کے نام سے اردو رسم الخط میں شائع کیا۔ ۲۰۱۰ء میں انجمن یادگارِ رؤف کے زیرِ اہتمام ایک کتاب حامد و مخفی

اور ان کے کلام کا تجزیاتی مطالعہ، تصنیف عزیز محترم ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی شائع ہوئی۔ جب سے شکاگو آیا تو یہاں کی ادبی تنظیم بزمِ سخن سے وابستہ رہا جس کے سرپرست مشہور شاعر خواجہ ریاض الدین عطشؔ تھے۔ ان کے بعد جناب رشید شیخ اور جناب سید نعیم الدین نعیمی اس کے نگراں ہیں بزمِ سخن کی نشستیں مختلف جگہوں پر ہوتی رہیں اور اب باقاعدہ ہر ماہ کے اولین اتوار کو میری بیٹی زہرہ قادری کے قائم کردہ ادارے زیمس ہوپ کے دفتر میں ہوتی ہیں۔ طرح میں بطورِ ردیف صرف ایک حرف دیا جاتا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ 'الف' سے 'ے' تک کا ایک دور ختم ہو چکا ہے۔

انجمن یادگارِ رؤف امروہہ کی طرف سے ہر سال ایک طرحی نعتیہ مشاعرہ امروہہ ہندوستان میں منعقد ہوتا ہے جس میں مقامی و بیرونی شعراء شرکت کرتے ہیں اس کے پہلے نگراں میرے بڑے بھائی مرزا احمد حسین سیفیؔ مرحوم تھے۔ ان کے انتقال کے بعد میرے چھوٹے بھائی مرزا ساجد حسین ساجدؔ امروہوی ہیں۔ ابتدا سے میری خواہش رہی کہ ہر سال پڑھی جانے والی طرحی نعتیں ایک مجلّے کی شکل میں شائع ہوں تا کہ نعتیہ ادب میں ایک گراں قدر اضافہ ہو اور شعراء کی ذہنی کاوشوں کا آئینہ دار ہو میری بار بار گذارشات کے باوجود یہ کام پورا نہ ہوسکا بمشکل دو مشاعروں کی نعتیں جمع ہوسکیں۔ جو ذریعۂ بخشش کے نام سے شائع ہوئیں۔ اب پھر ان سطور کے ذریعہ تمام شعراء سے گذارش ہے کہ وہ اپنی طرحی نگارشات عزیزی مرزا زبیر ابنِ سیفیؔ کو عنایت کردیں تا کہ میں ان کی اشاعت کرسکوں۔ اس کتاب کی اشاعت کے لیے شریکِ بزمِ شعراء، اپنے احباب اور عزیزانِ گرامی بالخصوص اپنے چھوٹے بھائی ساجدؔ مرزا اور اپنے بھتیجے زبیر ابنِ سیفیؔ اور ان کے بیٹے اظہر مرزا کا شکرگزار ہوں اور دست بدعا ہوں کہ اللہ ان سب کا بھلا فرمائے۔

۹ مئی ۲۰۱۴ء کو میری طبیعت اچانک بہت خراب ہوگئی اور مجھے ایمرجنسی میں داخل کرایا گیا۔ معلوم ہوا کہ میرا پتّہ بہت خراب ہے اور اُس کو نکالا جائے گا۔ جب آپریشن کیا گیا تو وہ پیٹ کے اندر ہی پھٹ گیا اور تمام مواد پیٹ میں پھیل گیا۔ اس کی صفائی کے لیے مختلف اوقات میں پانچ آپریشن کیے گئے اور پھر پیٹ کے اندر ایک UDO مشین

رکھ دی گئی جو دو مہینے کے بعد نکالی گئی۔ میری یادداشت جو پہلے ہی خراب تھی اور بہت خراب ہوگئی اور کمزوری بھی بڑھ گئی۔ اہلیہ، بچوں اور عزیزوں کی تیمارداری دوستوں اور عزیزوں اور محبت کرنے والوں کی انفرادی اور اجتماعی دعائیں رنگ لائیں اور اللہ نے اپنے حبیب پاکؐ اور ان کے آل وصحابہؓ کے صدقے میں صحت عطا فرمائی۔ علاج کے سلسلے میں جناب ڈاکٹر سرور حسین صاحب کی تندہی اور خصوصی توجہ معاون ہوئی۔ دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اور اُن کے اہل خانہ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ دواؤں کی فراہمی کے لیے جناب اوم پرکاش ڈھینگرا اور ان کی فرم Advantage Health Mart کی اور فرم کی رُکن ایکتا کا بہت ممنون ہوں اللہ اُس کو اور اس کے بچوں کا بھلا فرمائے آمین۔

شکر گزار ہوں جناب ڈاکٹر محمد اعظم امروہوی مقیم انگلینڈ کا جن کے مشورے پر یادداشت کی بحالی کے لیے دواؤں کا استعمال کیا جو بہت معاون ہوا۔

ناسپاسی ہوگی اگر میں تذکرہ نہ کروں اپنی اہلیہ خانم مخفیؔ امروہوی اور اپنے بچوں اور ان کے بچوں جن سب کی خدمت، توجہ اور دلدہی اور دعائیں صحت کی بحالی کا سبب بنیں۔

(1) ڈاکٹر زیبا جلیل:

تزئین مشہر، مشہر علی صدیقی، حمزہ صدیقی، یحییٰ صدیقی

فرحین مدثر، مدثر علی، خدیجہ علی، یشفین مجتبیٰ، مجتبیٰ علی، عبداللہ، محمد طلحہ احمد خاں

(2) ڈاکٹر ضیاء شمسی، فرقان شمسی، نبیل شمسی، منال شمسی

(3) زہرا قادری:

سیدہ عائشہ قادری، ڈاکٹر کامران شیروانی، ایان شیروانی، نور شیروانی، سیدہ یشفین قادری، ڈاکٹر احمد عبدالکریم، رحمت یوسف

(4) مرزا محمد عامر، ہما مرزا، رباب مرزا، محمد صارم مرزا

(5) مرزا محمد بابر، انا مرزا، علینا مرزا، علی یاور مرزا

میری پوتی علینا مرزا نے ایک دن یہ پوچھنے پر کہ کیسی ہو؟ کہا: آج میں بہت خوش ہوں بہت دنوں کے بعد آج میں نے اپنے دادا کی آواز سنی ہے۔ اللہ سے دعا ہے وہ ان

سب کو صحت مند اور خوش وخرم رکھے، آمین۔

تقریباً دو ماہ بعد گھر آنے پر جب اہلیہ نے گھر کی صفائی کی تو بہت سے کاغذات نکالے جن میں ان مضامین کے مسودے جو میرے مختلف کتابوں کے اجرا کے موقعے پر احباب نے پڑھے مگر جن کی اشاعت نہ ہوئی اور بہت سا کلام مکمل اور نامکمل جمع ہوگیا جس کو انھوں نے بہت محنت سے ترتیب دیا اور وہ اب آپ کے سامنے ''اِس پار سے اُس پار تک'' کی صورت میں پیش ہے میں ان کے لیے اور جن کے مضامین شامل ہیں دعا گو ہوں۔ اللہ سب کو اجرِ عظیم عطا کرے، آمین۔

دوسرا حصہ 'نعت خوانی سے نعت گوئی تک' زیرِ ترتیب ہے، انشاء اللہ جلد آپ کے سامنے ہوگا۔

ایک بار پھر آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعاؤں کا خواستگار رہوں!

حامد امروہوی

(شکاگو)

قمر علی عباسی

گلستانِ شعر و ادب کا گلاب

اللہ تعالیٰ جب اپنا کرم اور فضل کرتا ہے تو انسان نمایاں ہو جاتا ہے اور جب وہ عزت دینا چاہتا ہے تو اپنی رحمت نازل کرتا ہے۔ اجازت دیتا ہے کہ اس کی تعریف کی جائے، اوصاف بیان کئے جائیں۔ رحم اور عنایات کا ذکر کیا جائے۔ امروہہ ایک چھوٹی سی بستی ہے، لیکن اللہ کی رحمت اور کرم سے وہاں کے لوگوں کو عزت احترام اور نام ملا ہے۔ اس بستی میں ایک ایسا خاندان بھی ہے جو سو سال سے حمدِ باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبولؐ میں مصروف ہے۔ یہ رؤف امروہوی اور ان کے اہل خانہ کو اعزاز حاصل ہے کہ اللہ نے اُنہیں اپنی ثناء خوانی کے لیے منتخب کیا۔ اس خاندان میں سب ہی مثلِ آفتاب و ماہتاب ہیں۔

حضرت رؤفؔ امروہوی نے چورانے (94) سال کی عمر پائی اور انیس سال کی عمر سے اللہ تعالیٰ کی کبریائی، رحمت اور کرم کا ذکر قلمبند کیا اور آخری سانس تک اسی میں مصروف رہے۔ زندگی کا ہر اعزاز حاصل کیا، ان کے کہے گئے اشعار کی تعداد کئی ہزار سے تجاوز کر گئی ہے۔

حضرت رؤفؔ امروہوی کے کئی مجموعے شائع ہوئے۔ اپنے زمانے کے ہر دانشور صاحب عالم عشق رسول ﷺ اور محبّ اللہ سے داد و تحسین حاصل کی، ان کے گھر کی یہ روایت تقریباً سو سال سے رہی کہ ہر جمعہ کے بعد حمد و نعت کی محفل بپا ہوتی۔ یہ سعادت بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ ان کے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بیٹوں کو اپنے کرم سے نوازا تھا، وہ بھی حمد و نعت کہنے میں مصروف رہے۔ سیفیؔ امروہوی، ساجدؔ امروہوی اور حامدؔ امروہوی، یہ بات باعثِ خوشی ہے کہ حامدؔ امروہوی کی بیگم مخفیؔ امروہوی

بھی اس میدان میں طبع آزمائی کرتی ہیں۔ پچھلے دنوں ان کے اشعار کا مجموعہ بھی شائع ہوا ہے۔

حامدؔ امروہوی امریکہ کے شہر شکاگو میں رہتے ہیں اور نصف صدی سے زیادہ حمدِ باری تعالیٰ اور نعتِ رسول مقبولؐ لکھنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ ان کا شمار اُردو کے ممتاز اساتذہ میں ہوتا ہے۔ کئی مجموعے شائع ہو کر قبول عام حاصل کر چکے ہیں۔ ان کی تصانیف مدحت کے پھول، خیابانِ ارم اور جوئے بار بخشش اپنے حسنِ کلام اور اعلیٰ طباعت کا نادر شاہکار ہیں۔

حامدؔ امروہوی کا شمار اردو کے ان چند شعرا میں ہوتا ہے، جن کی زندگی کا ہر لمحہ خدا اور اس کے رسولؐ کی تعریف اور توصیف میں بسر ہوتا ہے۔ برصغیر کے ایسے کم مشاعرے ہوں گے، جہاں حامدؔ امروہوی کی شرکت باعثِ برکت نہ ہو۔ ان کا کلام احترام، عقیدت، محبت اور عشق میں ڈوبا ہوا ہے۔ اُس زندی پر ہزار سلام ہوں، جو اللہ کے لیے وقف کی گئی ہو۔ حامدؔ امروہوی ان لوگوں میں شامل ہیں، جن پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔ انہوں نے پچھلے سال اپنی شادی کی پچاسویں سالگرہ کا تحفہ اپنی بیگم کو ان کا مجموعہ کلام چھپوا کر دیا۔

حامدؔ امروہوی نے ایک سعادت مند بیٹے اللہ کے نیک بندے اور عاشقِ رسول ﷺ ہونے کا اعزاز اس طرح حاصل کیا کہ اپنے والد حضرت رؤفؔ امروہوی کے کلام کو یکجا کر کے انتخاب شائع کیا۔ یہ ایک ضخیم مجموعہ ہے، جو پانچ سو صفحے سے زیادہ کا ہے۔ بظاہر تو یہ انتخاب ہے، لیکن دراصل یہ ان کے والد کے کلام کا ایسا مجموعہ ہے، جس میں تقریباً تمام ہی اشعار شامل ہیں۔ صاحبانِ علم کی رائے اور حضرت رؤفؔ امروہوی کے بارے میں مکمل معلومات:

امروہہ کے بارے میں مشہور ہے کہ جب یہاں بچہ پیدا ہوتا ہے اور پہلی بار روتا ہے تو ردیف قافیے کا خیال رکھتا ہے۔ یوں بھی اس بستی کے کسی شخص کو شعر و ادب سے واسطہ نہ ہو تو اس کے امروہہ پن کو شک کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اس بستی میں شاعر

ادیب ان گنت ہیں۔ایک طرح شعروادب کا یہ گلستاں کہلاتا ہے۔

امروہہ میں سید شاہ ولایت تشریف لائے تو وہاں کے صاحبانِ کمال اور بزرگوں نے اُنہیں ایک پانی سے بھرا ہوا کٹورہ بھیجا۔اس کا مطلب تھا۔''حضرت یہاں آپ کے لیے جگہ نہیں ہے''۔سید شاہ ولایت نے اُس کٹورے میں ایک گلاب کا پھول ڈال دیا، جو اپنی جگہ آپ پیدا کرتا ہے،حضرت رؤف امروہوی بھی امروہہ کے گلستانِ شعروادب میں گلاب کی مانند ہیں اور اِن دنوں حضرت شاہ ولایت کی درگاہ کے احاطے میں سوتے ہیں اور سنگ مزار پر اُن کا یہ شعر لکھا ہے:

یہیں سے نغمہ ہائے نعت کی لہریں سی اُٹھتی ہیں
رؤف زار کی تُربت یہی معلوم ہوتی ہے

اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اس کی کبریائی کا اقرار، اُس کی قدرت کی گواہی دینے والے، اُس کی بخشش، رحمت، نعمت اور کرم کے متمنی ہوتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ اپنے اُن بندوں پر جو اُس کی تعریف وتوصیف میں زندگی گزار دیتے ہیں۔ عنائتیں کرتا ہے۔ اے ربّ حضرت رؤف امروہوی، اُن کے سعادت مند بیٹے حامد امروہوی اور حمد وثناء کرنے والے ہر انسان کے طفیل ہم پر بھی عنایات وکرم کی رحمت نازل فرما۔

محمد قمر الحسن بستوی
(ہیوسٹن)

حامدؔ امروہوی: روایتوں کا امانت دار شاعر

جناب حامدؔ امروہوی صاحب سے میری ملاقات بہت قریب کی ہے۔ ۱۶/اگست ۲۰۱۳ء کو میں اپنے قریبی اور مخلص دوست جناب خلیل الزماں صاحب خلیلؔ کے چھوٹے صاحبزادے عزیزم مجاہد الزماں (غازی) کی شادی میں شرکت کی غرض سے شکاگو حاضر ہوا تھا تو ایک صاحب نے نکاح کے بعد تعارف کرایا کہ یہ جناب حامد امروہوی صاحب ہیں یوں تو حامدؔ صاحب کا نام کوئی دو دہائی پہلے بھی سن چکا تھا اور اپنی نعتیہ تنظیم ''بزمِ حسان انٹرنیشنل نعت اکیڈمی ہیوسٹن'' کے گولڈن جوبلی پروگرام اپریل ۲۰۰۲ء میں ان کو دعوت بھی دے چکا تھا مگر وہ بعض مصروفیات کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے تھے..... مگر بات یہ ہے کہ:

''شنیدہ کے بود مانندِ دیدہ''

بہر حال شب میں کچھ شعر و سخن کا بھی پروگرام تھا جس میں حامدؔ صاحب کو سننے کا بھی موقع ملا جب انہوں نے پڑھنا شروع کیا اور نغمہ ریزی کی تو وطن مالوف کے مشاعروں کی یاد تازہ ہوگئی ایک کلاسیکی ترنم کے ساتھ آبشاروں کی مسحور صوتی کیفیت سے سماعت محفوظ ہوگئی۔ واپسی پر موصوف نے اصرار کیا کہ کل گھر پر تشریف لائیں۔ ان کے درِ دولت پر حاضری کا اعزاز بھی ملا..... اس قدر اپنائیت، محبت کی بوچھار کردی انہوں نے کہ محسوس ہونے لگا کہ ہم امریکہ میں نہیں ہندوستان میں ہیں۔ وضع داری، ضیافت کا انداز، محبتوں کی فراوانی کیا کیا نہ تھا۔ وطن کی ثقافتی سوندھی خوشبو مشامِ جاں کو معطر کرتی رہی اور ہم وطن کا لطف لیتے رہے۔ چلتے وقت انہوں نے بہت ساری کتابیں بھی دیں جن میں ان کے کئی ایک مجموعۂ کلام تھے اور ان کے والدِ مرحوم کے بھی۔ پھر ہم شکاگو سے ہیوسٹن چلے

آئے اور زندگی پھر سیلِ رواں کی طرح بہنے لگی۔

ایک روز اچانک فون کی گھنٹی بجی.....فون ریسیو کیا تو دوسری طرف سے وہی آواز تھی جس کو میں سن چکا تھا..... میں حامد امروہوی بول رہا ہوں علیک سلیک کے بعد فرمانے لگے میرا ایک اور مجموعۂ کلام طبع ہونے جا رہا ہے اس پر اظہارِ خیال فرمایئے۔ میں نے حکم قبول تو کر لیا مگر وقت کی تنگ دامانی کے پیشِ نظر سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ کب وقت نکالوں اور کیسے لکھوں مگر وعدہ پورا کرنا تھا۔ بہر حال کوشش کی اور کچھ لکھنے کی جرأت کی۔

نعت کا تاریخی سفر:

اصنافِ سخن میں نعت اپنے تقدس کے اعتبار سے بے حد حساس اور محتاط ہے اللہ تعالیٰ کے محبوب سیدِ کائنات ﷺ کے شمائل وفضائل، اوصاف وخصائل کا ذکر شرعی قیود کی روشنی میں کرنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ نعت کا خمیر دراصل نبیِ کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے بے پناہ مخلصانہ عقیدت کے جوہرِ اصلی سے تیار ہوتا ہے ان کی ذاتِ اقدس سے وابستگی جتنی شدید ہوگی نعت میں اسی قدر معنویت اور ندرت پیدا ہوگی۔ قرآن، حدیث، سیرت، تاریخِ اسلامی اور علمِ کلام پر جتنی گہری نظر ہوگی کلام میں اسی اعتبار سے تنوع پیدا ہوگا۔

یوں تو نثری شہہ پاروں کی حیثیت سے توریت وانجیل میں رسولِ اکرم ﷺ کے فضائل ومحاسن بہت بیان کئے گئے ہیں مگر نظم میں شعری قالب میں ڈھال کر قدیم ترین ماخذ وہ تبعِ حُمیری کے اشعار ہیں جو انہوں نے حضور ﷺ کے ولادتِ طیبہ کے کوئی سات سو سال یا ایک ہزار سال قبل لکھے تھے۔ جب وہ حملہ کرتے ہوئے حجازِ اقدس کے علاقے سے گذرتے ہوئے نخلستانِ مدینۂ منورہ میں پہنچے اور ان کے دو عالموں نے حضورِ اکرم ﷺ کے آخری نبیؐ ہونے کا ذکر کیا اور اپنی قدیم کتابوں کے حوالے سے آپ کے فضائل ومحاسن بیان کئے تو اس وقت انہوں نے حضورؐ پر اپنے ایمان کا اظہار کیا تھا اور ایک خط لکھ کر سر بمہر دے دیا تھا جو نسل در نسل حضرت ابوایوب انصاریؓ تک پہنچا تھا تفسیرِ قرطبی اور ابنِ کثیر نے خط کی عبارت اور اس کے نیچے وہ شعر رقم کئے ہیں جو اس وقت انہوں نے کہے تھے:

شھدتّ علیٰ احمد انّہٗ رسولُ من اللّٰہِ بارِ النسم
فلو مدّ عمُری اِلیٰ عُمرِہٖ لکُنتُ وزیر اوابن عم
وجاھدتُ بالسیف اعدَاءَ ہ، وفرَّجتُ عن صدرِہٖ کُلّ غم

(تفسیرِ ابنِ کثیر جلد۴۔ص ۱۴۶۔سورۃ دخان زیرِ آیت ۳۷، قرطبی جلد ۱۶ ص ۱۴۶)

ترجمہ: میں نے اس بات کی گواہی دی کہ احمد ﷺ روح کے پیدا کرنے والے اللہ کے رسولؐ ہیں اگر میری عمر ان کے زمانے تک دراز ہو جائے تو میں ان کا وزیر اور مددگار بن جاؤں۔ اور تلوار سے ان کے دشمنوں سے جنگ کروں نیز ان کے سینے سے ہر غم کو دور کر دوں۔

یہ نعت کا وہ قدیم مآخذ ہے جو ولادتِ طیبہ سے ہزار سال پہلے کا ہے پھر ولادتِ طیبہ کے بعد بچپن میں آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کی شان میں قصیدہ کہا تھا جس کا یہ شعر آج بھی زباں زدِ عام ہے:

وَاَبیضُ یُستسقي الغمامُ بِوجھہ ثمالُ الیتامیٰ عصمۃُ للاَرَامِل

ترجمہ: وہ بے پناہ حسین ہیں ان کے چہرے کے صدقے سیرابی حاصل کی جاتی ہے یتیموں کا ٹھکانہ اور بیواؤں کے محافظ ہیں۔

اور اعلانِ نبوت کے بعد تو مداحین کا ایک سلسلہ ہے۔ حسّان بن ثابتؓ، عبداللہ بن رواحہؓ، عامر بن اکوعؓ، عمرو بن ثریدؓ، مالک بن عوفؓ، جہیش بن اویس نخعیؓ، زہیر بن صرد جشمیؓ، سواد بن قاربؓ، عباس بن عبدالمطلبؓ، اور علی ابنِ ابی طالبؓ وغیرہ اور عہدِ رسالت میں رقم کیا جانے والا عظیم قصیدہ جس کو تاریخ میں ''قصیدۂ بانت سُعاد'' کے نام سے جانا جاتا ہے حضرت کعب بن زہیرؓ نے رقم کر کے بارگاہِ رسالت میں سنایا تھا جس پر حضورِ اکرم ﷺ نے ان کو اپنی چادرِ مبارک عطا فرمائی تھی۔ چنانچہ اسلامی تاریخ کا یہ پہلا ''قصیدۂ بردہ'' ہے جو امام بُصیری کے قصیدے کے کئی سو سال قبل نقل کیا گیا۔

بہر حال نعت کا یہ تاریخی سفر سرزمینِ حجاز سے نکل کر ایران سے ہوتا ہوا سرزمینِ ہند پہنچا فارسی شعراء میں رودکی، مولانا روم، شیخ فریدالدین عطار، خاقانی، سعدی شیرازی،

حافظ شیرازی، اور مولانا جامی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس صنف میں بیش بہا کام انجام دیا پھر وہاں سے اس کا ورود ہندوستان میں ہوتا ہے۔

جب اردو زبان اپنے ابتدائی مراحل سے گذر رہی تھی اس وقت بھی اس میں عنصری حیثیت سے نعت کا تصور قایم تھا پرانی مثنویوں کے ابتدا حمدِ الٰہی اور نعتِ رسولِ مقبولؐ سے ہی کئے جاتے تھے۔ مگر اس کی ترقی کے ساتھ ساتھ نعت کا دائرہ کار بھی پھیلتا رہا اور پھر مکمل ایک صنف بن گئی۔ چنانچہ بعد کے ادوار میں شعراء نے اس کو ایک مستقل صنف میں ڈھال دیا اور ایسے ایسے نابغۂ روزگار شعراء صفحۂ ہستی پر ظاہر ہوئے جنہوں نے نعت کو اوجِ ثریا سے بھی بلند کر دیا۔ کفایت علی کافی، حافظ لطف بریلوی، محسن کاکوروی، منشی امیر اللہ تسلیم، مولانا ظفر علی خاں، بیدم وارثی، امیر مینائی، شہیدی، ریاض خیر آبادی، اصغر گونڈوی، علامہ اقبال، اقبال سہیل، حسرت موہانی، وحشت کلکتوی وغیرہ نے نعت کی زلفِ کاکلیں کو شانہ کیا اور زبانِ اردو کو دو آتشہ بنا دیا۔ بایں ہمہ صہبائے عشقِ رسولؐ سے سرشار رہنے والی جس ہستی کو نعت گوئی میں امامت کا درجہ حاصل ہے وہ عظیم فقیہ فقید المثال عالم، نابغۂ زمانہ، عبقری، عارف باللہ، مجدّدِ عصر، امام احمد رضا خاں رضا بریلوی ہیں جن کی نعتیہ شاعری نے صنفِ نعت کو نہ صرف حسن و زیبائش سے مالا مال کیا بلکہ اس کو عشق کی وارفتگی سے دوام بخش دیا ان کے چھوٹے بھائی حسن بریلوی جو داغ دہلوی کے شاگردِ خاص تھے، نے بھی نعت کی بیش بہا خدمات انجام دیں اور اب اس دور میں ہندو پاک میں بے شمار صاحبانِ دیوان شعراء اس پاکیزہ صنف کی خدمت میں اپنا خونِ جگر لگا رہے ہیں۔ علامہ مفتی اختر رضا خاں اختر بریلوی، بیکل اتساہی، اجمل سلطان پوری، حبیب حاشمی، ترنم فیضی وغیرہ ہندوستان میں اور قیوم نظر، مظفر وارثی، ریاض سہروردی، اقبال عظیم، اعظم چشتی وغیرہ پاکستان میں بیش بہا خدمات انجام دے رہے ہیں۔

امریکہ میں نعتیہ شاعری:

امریکہ میں زیادہ تر لوگ دوسرے ممالک سے آکر آباد ہوئے یہی وجہ ہے کہ یہ

ملک کثیر الثقافت اور کثیر اللسان ملک ہے برِّ صغیر سے جو لوگ آئے وہ اپنی تہذیب کا ورثہ ساتھ لائے اور میلادِ پاکِ مصطفیٰؐ کی امانت کو بھی حرزِ جان بنا کر لائے میلادِ رسولؐ سے نعت کا تعلق کتنا گہرا ہے یہ کوئی بتانے کی چیز نہیں جہاں جہاں میلادِ پاک کی محفلیں ہوتی ہیں نعتِ رسول مقبول ﷺ اس کا جزوِ لاینفک ہوتا ہے چنانچہ امریکہ میں بھی میلادِ پاک کی محفلیں اور نعتِ پاک باہم گرمِ سفر ہیں۔

امریکہ میں بہت ساری تنظیمیں غزلیہ اور نعتیہ مشاعرے کراتی ہیں جن میں ہندوستان، پاکستان اور دبئی وغیرہ سے شعراء شرکت کرتے ہیں تقریباً ہر بڑے شہر میں سال میں ایک دو ادبی مشاعرے ہو ہی جاتے ہیں مگر انہیں کے درمیان کچھ ایسے زندہ دل لوگ بھی ہیں جو زبانِ اردو کے فروغ کے ساتھ ساتھ صنفِ نعت کو بھی پروان چڑھانے میں مصروف ہیں اور بعض لوگ جزوی اور بعض لوگ کلّی طور پر نعت کی خدمت کر رہے ہیں۔

میرے خیال میں اس سرزمین پر گذشتہ دو تین دہائیوں میں نعتیہ شاعری پر اچھا کام ہوا ہے اور نعت کی تاریخ کا ابتدائی دور مکمل ہو کر اب ثانوی دور شروع ہو چکا ہے گذشتہ قریب کا ایک عشرہ تو بہت کامیاب ثابت ہوا ہے جس میں نعت کو علیحدہ مشاعروں تک لایا گیا اور نعت گو شعراء کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے بعض اداروں نے تو ایوارڈ اور مالی تعاون بھی کیا یہ ایک حوصلہ افزا عمل ہے۔ جن سے امید کی جاتی ہے کہ اگلے چند سالوں میں نعت کا دائرۂ کار اور بھی وسیع ہوگا وہ ادارے جو کئی حیثیت سے صنفِ نعت پر کام کر رہے ہیں ان میں کے بعض یہ ہیں:

(۱) ادارہ تبلیغ الاسلام نیویارک

(۲) بزمِ حسان انٹرنیشنل نعت اکیڈمی ہیوسٹن ٹیکساس

(۳) زیمس ہوپ (Zams Hope) شکاگو

اور جو ادارے جزوی حیثیت سے کام کر رہے ہیں ان میں کے بعض یہ ہیں:

(۴) حلقۂ فن وادب شمالی امریکہ انک نیویارک

(۵) اردو مرکز انٹرنیشنل لاس اینجلس کیلی فورنیا

(۶) النور انٹرنیشنل۔ ڈیلاس۔ ٹیکساس

ان میں سے بعض ادارے سالانہ نعتیہ مشاعرے منعقد کراتے ہیں اور بعض ادارے ماہانہ نشستوں کا اہتمام کرتے ہیں ادارہ تبلیغ الاسلام نیویارک ۱۹۹۹ء سے مسلسل نعتیہ مشاعرے کا انعقاد کرتا ہے اور اپنے مشاعرے کا سووینیر بھی شائع کرتا ہے جس کے روحِ رواں جناب کوثر چشتی صاحب ہیں۔ زیمس ہوپ محترمہ زہرا قادری بنتِ حامد امروہوی صاحب کی تنظیم ہے۔ اس میں ہر ماہ طرحی مشاعرے کا اہتمام کیا جاتا ہے بزمِ حسان انٹرنیشنل نعت اکیڈمی راقم الحروف کی قائم کردہ تنظیم ہے جس میں ہر ماہ نعت کی بزم منعقد ہوتی ہے اس میں شعراء اور غیر شعراء شرکت کرتے ہیں۔ ۱۹۹۷ء سے اب تک یہ تنظیم مسلسل محفلیں منعقد کر رہی ہے اب تک اس کی ۱۷۷ نشستیں ہو چکی ہیں۔

حلقۂ فن وادب کے بانی وصدر مرحوم سید محمد حنیف اخگر تھے۔ جنہوں نے اردو ادب کی بیش بہا خدمات انجام دیں اور نعت کے فروغ میں بہت کچھ کام کیا۔ اردو مرکز انٹرنیشنل لاس اینجلس عرصۂ دراز سے ادبی مشاعروں کا اہتمام کرتا رہا ہے مگر ۲۰۰۶ سے صنفِ حمد ونعت ومنقبت پر کام کرنے والوں کے لیے 'حسان اردو انٹرنیشنل ایوارڈ' مختص کیا جو ہر سال کسی نہ کسی کو دیا جاتا ہے اس کو پروان چڑھانے والی محترمہ نیّر آپا ہیں۔ النور انٹرنیشنل ڈیلاس کے کرتا دھرتا نور امروہوی صاحب ہیں جو ہر سال ایک نعتیہ مشاعرہ منعقد کراتے ہیں اور بہت شاندار اہتمام کرتے ہیں۔

پھر درجنوں ایسے شعراء ہیں جو اس دیارِ غیر میں نعت کے حوالے سے خاطر خواہ کام کر رہے ہیں اور ان کے مجموعے بھی شائع ہوئے ہیں مرحوم حنیف اخگر کا بہترین مجموعۂ نعت 'خُلقِ مجسّم' مطبوعہ ۲۰۰۳ء/۱۴۲۳ھ، اقبال حیدر ڈیلاس کا مجموعۂ کلام 'لاریب' مطبوعہ ۲۰۰۶ء/ ۱۴۲۷ھ، قابلِ قدر نعتیہ خدمات انجام دینے والی خاتون محترمہ رشیدہ عیاں نیوجرسی کا مجموعۂ نعت 'فانوسِ ہفت رنگ' مطبوعہ ۲۰۰۴ء، مولانا سید اولادِ رسول قدسی نیویارک کے سات مجموعے یکے بعد دیگرے شائع ہوئے موصوف نے یہیں پر سیرتِ پاکِ رسولؐ کو

آزاد نظم کے قالب میں ڈھال کر ایک گراں قدر خدمت انجام دی ہے۔ مولانا ڈاکٹر غلام زرقانی ہیوسٹن کا مجموعۂ کلام 'حدیثِ دل' بالکل تازہ تازہ شائع ہوا ہے۔ راقم الحروف کے پانچ مجموعے یکے بعد دیگرے شائع ہوئے جو امریکہ میں وجود میں آئے۔ خود صاحبِ تذکرہ محترم حامدؔ امروہوی صاحب کے مجموعے یکے بعد دیگر شائع ہو چکے ہیں۔

(۱) خیابانِ ارم ۲۰۰۰ء (۲) مدحت کے پھول ۲۰۰۱ء (۳) جوئبارِ بخشش ۲۰۰۳ء (۴) وسیلۂ بخشش ۲۰۰۸ء اور اب ان کا یہ پانچواں مجموعہ ذریعۂ بخشش طبع ہونے جا رہا ہے خود ان کی اہلیۂ محترمہ مخفیؔ صاحبہ ایک خوش نگار شاعرہ ہیں جن کا مجموعۂ کلام 'متاعِ مخفی' کے نام کے ساتھ حامدؔ صاحب کی ترتیب کے ذریعہ منظرِ عام پر آ چکا ہے۔

یہ شمالی امریکہ میں صنفِ نعت پر ایک مختصر سا تاریخی خاکہ ہے اگر جستجو اور تحقیق کی جائے تو یہ دائرہ بہت وسیع ہو سکتا ہے۔ جو میری معلومات میں تھا وہ میں نے درج کیا۔ وقت کی تنگ دامانی درپیش تھی ورنہ اس پر کام کرنے کی ضرورت ہے اور اس پر سیمینار بھی منعقد کئے جا سکتے ہیں نیز تحقیق کا عنوان بھی متحقق کیا جا سکتا ہے امریکہ میں صنفِ نعت کا مستقبل تابناک لگ رہا ہے۔ شرط یہ ہے کہ لگن اور محنت سے اس کو آگے بڑھایا جائے اور اربابِ ذوق اس کو منظم کر کے اس ملک میں نعت کی تاریخ کے حوالے سے بڑا کام کر سکتے ہیں:

نہ ہو مایوس اے اقبالؔ اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

حامدؔ امروہوی ایک طبع زاد شاعر:

حامدؔ صاحب موروثی اور طبع زاد شاعر ہیں۔ جس ماحول میں حامدؔ صاحب نے شعور کی آنکھ کھولی وہ عشقِ رسول ﷺ سے عطر زار تھا۔ عشقِ رسول ﷺ کی شرابِ الفت کا خمار بچپن ہی سے رگ و ریشے میں اتر چکا تھا والدِ ماجد کی خاص تربیت اور نعتِ پاک کی ہفتہ وار مبارک محفل نے دماغ کو نعت آگیں کر دیا تھا والدِ ماجد خود بھی معیاری شاعر تھے اور

عشق کی دولتِ سرمدی سے ہمکنار تھے۔ تو اس کا اثر حامدؔ صاحب پر پڑنا گزیر تھا۔ ویسے طبع موزوں تھی اور خارجی اثرات نے مزاج کو دو آتشہ کر دیا۔ اس کا اعتراف حامد صاحب نے خود کیا ہے:

وراثت میں ملی ہے نعت گوئی
مجھے حامدؔ رؤف امروہوی سے

(وسیلۂ بخشش ص ۴۷)

گویا کہ شعر گوئی کے لیے جس ماحول کی ضرورت ہوتی ہے وہ پہلے ہی سے حامدؔ صاحب کے یہاں موجود تھا اور جو کچھ باقی رہ گیا تھا ازدواجی زندگی سے منسلک ہونے کے بعد پورا ہو گیا کہ آپ کی شریکِ سفر بھی ایک اچھی شاعرہ ہیں۔ ایسے ماحول میں فکری پرواز اپنا ہدف خود متعین کر لیتی ہے۔ اس وقت آپ آٹھویں دھائی میں داخل ہو رہے ہیں۔ آپ نے نویں کلاس سے شعر کہنا شروع کیا ہے۔ تو کوئی ۷ دہائیاں یوں ہی مشقِ سخن میں گزر چکی ہیں۔ اور اتنی طویل مسافت کسی بھی ناپختہ کار کو پختہ بنا دیتی ہے اور آپ تو بہر حال ایک شستہ اور تیار ماحول میں پروان چڑھ رہے تھے تو ایک معیاری اور اچھا شاعر بننے کے لیے کیا چیز رکاوٹ ہو سکتی تھی یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات اچھی طرح محسوس ہونے لگتی ہے کہ ان کے اشعار میں آورد کے عناصر کم اور آمد کے زیادہ ہیں۔

حامدؔ صاحب نے یوں تو فنونِ شعر کی مختلف اصناف میں طبع آزمائی کی مگر ان کا خاص میدان حمدِ الٰہی اور نعتِ رسالت پناہی ہی رہا ہے جس کا اثر یہ ہوا کہ ان کے چار مجموعے طبع ہو کر منظرِ عام پر آ چکے ہیں اور یہ پانچواں مجموعہ 'اِس پار سے اُس پار تک' اب طبع ہونے جا رہا ہے۔ آپ اس فنِ دل گیر کو اختیار کر کے سب سے کنارہ کش ہو گئے اس کا سبب وہ خود ہی بتا رہے ہیں:

بات بگڑی ہوئی اس طرح بنائی جائے
بزمِ نعتِ شہِ لولاکؐ سجائی جائے

(خیابانِ ارم ص ۱۷)

حامدؔ بجا جو تم کو مقدر پہ ناز ہے
لکھتے ہو نعتِ پاک بڑے خوش نصیب ہو
(وسیلۂ بخشش ص ۸۴)

اشعار جو کہے دُرِ شہوار ہو گئے
ہم نعت کے طفیل میں فنکار ہو گئے
(جوئبارِ بخشش، ص ۹۴)

گویا حامدؔ صاحب نے خود اعتراف کیا ہے کہ میں شاعر اس وقت ہوا جب نعتِ رسولِ مقبول ﷺ میرے فکر و ادراک کا محور و مرکز بنی اور یہ بات حق ہے کہ نعتِ پاک اس وقت تک رقم نہیں ہو سکتی جب تک بارگاہِ رسالت سے فیضان نہ ہو ورنہ تجربہ یہ ہے کہ کبھی کبھار قلم و قرطاس سنبھالے ہفتوں گزر جاتے ہیں ایک شعر بھی نہیں ہو پاتا اور جب ان کی چشمِ کرامت اٹھتی ہے تو اشعار کی بوچھار ہو جایا کرتی ہے اور شعری ورود ایسا ہونے لگتا ہے کہ قلم کو سنبھالنا پڑ جاتا ہے۔

حامدؔ صاحب کی کئی ایک نعتیں بہت مشہور ہوئیں جیسے:

ع۔ شاہانِ زمانہ کا مقام اپنی جگہ ہے
(مدحت کے پھول، ۵۴)

منگتا کا داتا سے ناتا کل بھی تھا اور آج بھی ہے
(خیابانِ ارم ص ۱۰۳)

وغیرہ مگر ان کی ایک نعت کی مقبولیت نے جو شہرت حاصل کی وہ اپنی جگہ ہے:

زباں پر شکوۂ رنج و الم لایا نہیں کرتے
نبیؐ کے نام لیوا غم سے گھبرایا نہیں کرتے
(مدحت کے پھول، ص ۱۰۷)

اس نعت کی مقبولیت کا حال یہ ہے کہ علماء اور عوام میں یکساں مقبول ہے میں نے صاحبانِ علم و ورع اور عوام الناس میں دونوں کو اس نعت پر وجد کرتے دیکھا ہے اس کی

اس مقبولیت سے محسوس ہوتا ہے کہ حضور نبیِ کریم ﷺ کی بارگاہِ کریمی میں شرفِ قبولیت حاصل ہو چکا ہے۔ مگر اس نعت کے ساتھ جو حادثہ ہوا وہ بھی کچھ کم نہیں۔ میں نے حامدؔ صاحب سے فون کر کے معلوم کیا کہ یہ نعت آپ کی ہے یا کسی اور کی؟

حقیقت میں وہ لطفِ زندگی پایا نہیں کرتے
جو یادِ مصطفیٰؐ سے دل کو بہلایا نہیں کرتے

تو انھوں نے اس کی سرگذشت یوں سنائی کہ:

''اس کو میں نے ۱۹۵۲ء/ یا ۱۹۵۳ء میں لکھا تھا یہ بہت پسند کی گئی پھر اس کو نئی دہلی ریڈیو اسٹیشن سے نشر کیا گیا۔ اور پھر یہ پاکستان پہنچی تو اس میں بہت سے اشعار لاحق کئے گئے اور حامد لکھنوی کے نام سے اس کو متعارف کرایا گیا اور اس میں بہت تبدیلی کی گئی اس میں دوسرے حضرات نے اپنی طرف سے اشعار کا اڈیشن کیا لیکن چار شعر اب تک اپنی اصلی حالت پر ہیں۔'' (ٹیلیفونک گفتگو)

لطیفے کی بات یہ ہے کہ حامدؔ صاحب کا مطلع سرے سے غائب ہو گیا اور کسی کا اختراع کردہ ہی اب اس نعت کا مطلع بن گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے الحاقات سے محفوظ فرمائے آمین۔

مغرب میں حامدؔ صاحب کی نعتیہ خدمات:

امریکہ میں اگرچہ حامدؔ صاحب سے بہت پہلے سے نعت نگاری کا عمل جاری تھا اور کئی ایک معروف و معتبر شعراء جیسے حنیف خگر ملیح آبادی اور رجز لکھنوی وغیرہ اس میدان میں مصروفِ کار تھے لیکن حامدؔ صاحب نے اس کو ایک نئی زندگی دی اور طرحی نعتیہ مشاعروں کا آغاز ہوا بقول حامدؔ صاحب:

سب سے پہلے میں نے شکاگو میں نعتیہ طرحی مشاعرہ کرایا۔ مصرعہ طرح: ''ترے آنے سے رونق آ گئی صحنِ گلستاں میں'' تھا۔ اور یہ کوئی ۱۹۹۶ء یا ۹۷ء کا واقعہ ہے۔

پھر انھوں نے باقاعدہ شکاگو میں طرحی نشست کا آغاز کیا اور خود اپنی بیٹی کی قائم کردہ تنظیم ''زیمس ہوپ'' میں ہر ماہ یہ نشست ہوا کرتی ہے۔ انھوں نے شکاگو کے اہلِ قلم کو ایک مرکز پر جمع کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے کئی مجموعہ اس بزم کا اثاثہ ہیں حامد صاحب نے ملک کے تقریباً تمام بڑے مشاعروں میں شرکت کی۔ شکاگو، نیویارک، نیوجرسی، ڈیلاس، لاس اینجیلس، واشنگٹن، میری لینڈ، فلوریڈا وغیرہ۔

کلام حامدؔ کا تجزیاتی مطالعہ:

حامدؔ صاحب کی نعتیہ شاعری کلاسیکی ہے اس کا اسٹرکچر بالکل قدیم طرز پر تیار کیا گیا ہے۔ میرے نزدیک نعتیہ شاعری کے لیے یہی ڈھانچہ نہ صرف مناسب بلکہ ضروری ہے۔ کیونکہ نعتیہ شاعری کا جذبۂ احساس اس سے الگ ہوکر مردہ ہوجاتا ہے۔ اس صنف کا رشتہ ماضی سے بہت گہرا ہے یہ جس قدر اپنے ماضی سے قریب ہوگی اسی قدر متنوع ہوجائے گی اس کی مثال ہمیں عربی شاعری میں حضرت ابن الفارض اور حضرت امام بوصیری اور فارسی میں حضرت ملا جامی اور اردو شاعری مین حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہم الرحمہ میں ملتی ہے اس میں ندرتِ معنیٰ پیدا کرنے کے لیے کوئی ایسی روش اختیار نہیں کی جائے گی جس پر شریعت کی قدغن عائد ہو اس لیے نعتیہ شاعری کے لیے نپے تلے الفاظ، شرعی قیود اور آدابِ رسالت کی حدوں کو برتنا ضروری ہوگا۔ میرا اپنا شعر ہے:

قد اس قدر اُنچا ہے ترا سیدِ عالم
ہر لفظ تری ذات پہ چسپاں نہیں ہوتا
قمر بستوی

حامدؔ ان تمام پابندیوں پر عمل پیرا ہیں۔ اس پر آشوب دور میں جب کہ اسلام اور دین کی نئی تعبیریں کی جارہی ہیں اور منصبِ نبوت کے تعلق سے لایعنی نظریات کو فروغ دینے کی ناپاک جسارتیں کی جارہی ہیں ایسی صورت میں حامدؔ صاحب کی یہ نعتیہ شاعری

ایک مینارۂ نور سے کم نہیں شعر دیکھئے:

آؤ حامدؔ چلو یہ نعت سنائیں ان کو
جن کو کچھ بھی نظر آتا نہیں بدعت کے سوا

(مدحت کے پھول ص ۸۸)

چنانچہ اسی جذبے کے ساتھ وہ برملا اپنے مسلک کا اظہار بھی کرتے ہیں اور یہ واضح کردیتے ہیں کہ عظمتِ رسول ﷺ سے ہٹ کر کچھ بھی باقی نہیں رہتا:

میرا مسلک تو حقیقت میں یہی ہے حامدؔ
پہلے حق، پھر شہِ دیں اور پھر ان چار کی بات

(مدحت کے پھول ص، ۱۷۶)

آقاؐ کی سلامی کے لیے کیوں نہ کھڑے ہوں
ہم کیوں نے پڑھیں صلِ علیٰ عید کا دن ہے

(مدحت کے پھول ص ۱۸۳)

ذکرِ میلادِ نبیؐ سے حامدؔ
اپنے ایماں کی جلا کیوں نہ کریں

(وسیلۂ بخشش ص ۱۱۴)

بہکا دیا خرد نے تو بس کہہ دیا بشر
کی رہبری جنوں نے تو نورِ خدا کہا

(خیابانِ ارم ص ۶۶)

وہ عشقِ رسولؐ کی مئے ناب پی کر عشق کی سرمستیوں میں گم ہیں انھیں غلامیٔ رسول ﷺ پر فخر ہے۔ اور عشق کی یہ فراوانی اسی غلامیٔ رسولؐ کا نتیجہ ہے۔ اس لیے وہ دعا بھی کرتے ہیں۔ پھر جب یہ شرف ارزانی ان کو ہو جاتی ہے تو ولولۂ شوق انھیں محبوب کے شہرِ دل آرا میں لے جاتا ہے۔ اب پاؤں کے آبلے سوزش کے بجائے لذتِ عشق کی فراوانی بخشتے

ہیں بے قراری کے ان لمحات کو ملاحظہ فرمائیں:

حامدؔ دعا کرو کہ تمہارا بھی نام آئے
سرکارؐ کے غلاموں کا جب انتخاب ہو
(وسیلۂ بخشش ص ۷۸)

انکے غلام جیسا نظر آرہا تھا میں
بس اس ادا پہ عشق کی جاگیر مل گئی
(وسیلۂ بخشش ص ۱۰۸)

آپ کے عشق میں جب تک نہ ہوا دل آباد
میرے غم خانۂ ہستی میں چراغاں نہ ہوا
(جوئبارِ بخشش ص ۶۶)

وہ مناظرِ عالم کی ساری رعنائی شہرِ رسولؐ کے حسن پر قربان کر دیتے ہیں ان کے نزدیک دنیا کا ہر حسن اس شہرِ تمنا کے آگے پھیکا ہے اس شہرِ آرزو کو دیکھنے والوں سے اس واقعیت کو دریافت کرتے ہیں اور یہی کسک انہیں آبلہ پائی کی لذتِ سرمدی بخشتی ہے تیور دیکھئے:

ہے اس سے بھی حسیں کیا کوئی منظر
مدینہ دیکھنے والوں سے پوچھو
رہِ الفت میں کیا ہوتا ہے حاصل
ہمارے پاؤں کے چھالوں سے پوچھو
(خیابانِ ارم ص ۹۷)

نعتیہ شاعری کا ایک خاص عنصر شہرِ رسولؐ کی تمنا، اس کی زیارت، گنبدِ خضریٰ کا نظارہ، سنہری جالیوں کو مس کرنے کی آرزو، بارگاہِ رسالتؐ میں سلام پیش کرنے کی تڑپ درِ اقدس کے دیکھنے کی بے قراری اور گلیوں کا طواف، آثارِ متبرکہ سے نگاہوں کو فیضاب



(بائیں سے) طیبہ بیگم مرحومہ، ڈاکٹر جلیل احمد خاں، سردار خانم مخفی امروہوی، ڈاکٹر زیبا جلیل، حامد امروہوی

کرنا وغیرہ بھی ہوتا ہے اور اس کی کسک دل کو مہمیز لگاتی رہتی ہے۔ حامدؔ صاحب کے یہاں وارداتِ قلبی کی یہ کیفیات وافر مقدار میں پائی جاتی ہیں چند اشعار دیکھئے:

تو اگر جائے مدینہ تو بتا کر جانا
ہم بھی پیچھے ترے اے بادِ صبا ہو لیں گے
(خیابانِ ارم ص ۶۴)

اپنے جذبۂ دل کو راہبر بنا لوں گا
راستہ مدینے کا اس کا دیکھا بھالا ہے
(جوئبارِ بخشش ص ۴۴)

دیکھا جائے اسے حامدؔ جو مدینہ دیکھے
نگہِ شوق کی یوں پیاس بجھائی جائے
(خیابانِ ارم ص ۷۲)

اور ذرا شہرِ محبوب کی زیارت کا یہ استغراقی انداز دیکھتے چلئے اور دل دیوانہ کی کیفیات کا اندازہ لگائیے ان دو اشعار میں عشق اپنے ذروۂ کمال کو پہنچا ہوا ہے:

اس دل کے دھڑکنے کے یہ اندازہ نہیں تھے
اے شہرِ مدینہ ترے دیدار سے پہلے
(وسیلۂ بخشش ص ۸۸)

یہ مجھ پہ ان کی عنایت نہیں تو پھر کیا ہے
کہ دل مدینہ میں رہتا ہے میں کہیں بھی رہوں
(وسیلۂ بخشش ص ۹۲)

شہرِ نبیؐ میں ہر امتی مرنے اور دفن ہونے کی تمنا اور آرزو رکھتا ہے حامدؔ صاحب بھی اپنی موت وحیات کے اس فلسفے کو محسوس کرتے ہیں۔ وہ دائمی بقا کا نسخۂ کیمیا تلاش کرتے ہیں تو پکار اُٹھتے ہیں:

زندگی ختم اگر ہوگی درِ اقدس پر
وہ مری موت نہ ہوگی مرا جینا ہوگا
(جوئبارِ بخشش ص ۴۷)

زندگی کا فقط سوال نہیں
موت بھی چاہئے مدینے میں
(خیابانِ ارم ص ۵۳)

سیرتِ طیبہ کا جمالیاتی گوشوں کا کتنا لطیف اور دلکش پیرایۂ بیان ہے یہ حامدؔ صاحب کی فکرِ رسا کا غماز ہے۔ سادہ بیانی کے ساتھ ساتھ فنی مہارت کا ثبوت وہ ان اشعار میں پیش کرتے ہیں۔

حسنِ رسولؐ، نورانیت بے مثلیت اندازِ خرام سبھی کچھ جھلک رہا ہے:

کیا کیا ثنا بیاں ہوئی حسنِ رسولؐ کی
وہ ایک نور ہے جسے کیا کیا کہا گیا
(خیابانِ ارم ص ۳۷)

حق نے جس حسن سے دنیا کو سنوارا ہوگا
رُخِ سرکارِ دو عالم کا اتارا ہوگا
(جوئبارِ بخشش ص ۶۰)

ان کے رخِ روشن سے بھلا کیا اسے نسبت
وہ اپنی جگہ ماہِ تمام اپنی جگہ ہے
چلنے کو تو چلتی ہے نسیمِ سحری بھی
پر آپ کا اندازِ خرام اپنی جگہ ہے
(مدحت کے پھول ص ۵۴)

حامدؔ صاحب کے کلام میں نعت کی پوری جو ہریت موجود ہے سہلِ ممتنع اُسلوب،

لطافتِ بیان، ادبیت، شرعی پاسداری، عرفان وآگہی، تاریخی مطالعہ، سیرتِ نبوی پر گہری نظر، فنونِ شاعری پر گرفت یہ سارے امور کلام میں موجود ہیں۔ اگر انکے کلام کا یکسوئی اور دل جمعی سے مطالعہ کیا جائے تو قاری کو ایسے ایسے آبشار ملیں گے جس سے روح سیراب ہوجائے گی۔ بعض اشعار میں ایسی ایسی ندرت پنہاں ہے جو کم شعراء میں ملتی ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اسلوبِ نعت میں تغزل کا رنگ ایسا سمو دیا گیا ہے کہ ذرا سی تبدیلی کر دی جائے تو شعر نعت کے بجائے مکمل غزل کا ہوجائے یہ شاعری کا فنی کمال ہوتا ہے ورنہ نعت جیسی مودب، مخصوص اور انتہائی محدود زمین میں تغزل کی پرکاری شاعری کی عظمت کی دلیل ہے ذیل کے اشعار ملاحظہ ہوں:

وہ مرے حالِ پریشاں پہ اگر راضی ہیں
مشکلوں سے کوئی کہہ دے کہ نہ آساں ہونا
(جوئیبارِ بخشش ص ۶۰)

ان کے گیسو ورخ کے صدقے میں
دن نکلتا ہے رات ہوتی ہے
(جوئیبارِ بخشش ص ۶۱)

دیکھا جو آج گوشۂ داماں حضور کا
طوفاں مچل گئے میری چشمِ پُرآب میں
(جوئیبارِ بخشش ص ۵۸)

حامدؔ صاحب کے یہاں متقدمین شعراء کا توارد بالمعنیٰ بھی ملتا ہے اس سے محسوس ہوتا ہے کہ ان کے سامنے متقدمین شعراء کا کلام ہوتا ہے جس سے وہ فیضیاب ہوتے ہیں اور اس کا عطر کشید کر کے اپنے کلام کو مزین کرتے ہیں چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

مری معصیت ہے عروج پر تری رحمتیں ہیں کمال پر
نہ مرے گناہ کی انتہا نہ ترے کرم کا شمار ہے
(مدحت کے پھول ص ۱۱۰)

یہ شعر امام احمد رضا فاضل بریلویؒ کے قصیدۂ دَرود کے اس شعر سے ماخوذ ہے:

ہم نے خطا میں نہ کی تم نے عطا میں نہ کی
کوئی کمی سرورا تم پہ کروڑوں درود
(حدائقِ بخشش)

بلکہ اگر ماضی کے اوراق پلٹے جائیں تو یہیں مضمون امام بوصیریؒ نے قصیدۂ بُردہ شریف میں یوں باندھا ہے:

لعلَ رحمة ربّی حینَ یقسمها
تأتی علیٰ حسبِ العصیانِ فی القسم

ترجمہ: شاید اللہ تعالیٰ کی رحمت جب تقسیم کی جائے (قیامت کے دن) تو گناہوں کی مناسبت سے حصہ ملے (یعنی جس کے گناہ زیادہ ہوں گے اس کو رحمت کی زیادہ ضرورت ہوگی)

یہ شعر بھی توارد بالمعنیٰ رکھتا ہے:

عیب کھل جائیں سرِ حشر گنہگاروں کے
اپنے سرکارؐ کے صدقے انہیں منظور نہیں
(جوئبارِ بخشش ص ۶۰)

اس شعر کا توارد استادِ زمن حضرتِ حسن بریلویؒ کے اس شعر سے ہے:

آج جو عیب کسی پر نہیں کھلنے دیتے
کب وہ چاہیں گے مری حشر میں رسوائی ہو
(ذوقِ نعت)

توارد بالمعنیٰ کا یہ شعر:

بڑے بڑوں سے بڑے ہیں مرے نبیؐ حامدؔ
جو چاہوں ان کو کہوں میں بس اک خدا نہ کہوں
(وسیلۂ بخشش ص ۹۲)

یہ شعر تو امام بوصیریؒ کے اس شعر کا ترجمہ کہا جا سکتا ہے:

دع ما ادّ عتهُ النصاریٰ فی نبیهم
واحکم بما شئت مدحا فیهِ واحتکم
فاِنَّ فضلَ رسول الله لیسَ لهُ
حدُّ فیعرب عنهُ ناطقُ بِفم

ترجمہ: نصاریٰ نے اپنے نبیؐ کے بارے میں جو (بیٹا) کہا ہے کہ اس کو چھوڑ کر جس قدر چاہو حضور کی تعریف کرو کیوں کہ رسول ﷺ کے فضل و کمال کی کوئی حد نہیں ہے جو کوئی کہنے والا کہہ کر بیان کر سکے۔

ابھی کلام کا جمالیاتی گوشوں کا ایک خاص حصہ باقی رہ گیا ہے جو ان کے کلام میں تازگی، حسن بانکپن، انفرادیت اور رنگ و نور بھرتا ہے۔ مضمون کی طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں اخیر میں اپنے چند منتخب پسندیدہ اشعار قارئین کی لطافتِ طبع کے لیے نذر ہیں:

ہر جگہ جاتے ہیں آقا دست گیری کے لیے
ڈھونڈتی ہے مجرموں کو چشمِ رحمت آپ کی
(خیابانِ ارم ص ۵۰)

وہ فرشتے جنہیں سرکار اجازت ہی نہ دیں
کیا سرِ حشر مری فردِ عمل کھولیں گے
(جوئیبارِ بخشش ص ۶۳)

ختم ہوتی ہے جہاں سرحدِ فہم وادراک
اس سے آگے ہے کہیں نقشِ کفِ پا ان کا
(جوئیبارِ بخشش ص ۱۰۷)

خدا یکتا ہے تو محبوب اس کا کیوں نہ ہو یکتا
کوئی انساں ہوا ہے اور نہ ہوگا بزمِ امکاں میں
(خیابانِ ارم ص ۴۳)

خیرہ نہ ہو نگاہ فروغِ جمال سے
جلوے ملیں تو ساتھ ہی تابِ نظر ملے
(مدحت کے پھول ص ۶۰)

ہوگی نہ جھلک اس میں اگر کوئے نبی کی
کچھ اور ہی ہوگی مری جنت نہیں ہوگی
(مدحت کے پھول ص ۷۱)

قمر بستوی غفرلہٗ
بانی وصدر
بزمِ حسان انٹرنیشنل نعت اکیڈمی
ہیوسٹن ٹیکساس امریکہ

مورخہ ۲۰ مارچ ۲۰۱۴ء
جمعرات

محمد عامل عثمانی
مکہ مکرمہ

منفرد نعت گو شاعر: حامد حسین امروہوی

شعروادب کا یہ سیاح بہت جلد نعتیہ شاعری کی مقدس سرزمین پر پہنچ گیا

حامد حسین حامدؔ امروہوی 20 جنوری 1936 میں امروہہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد حافظ عبدالرؤف امروہوی امروہہ کے معروف نعت گو شاعر تھے۔ ان کے گھر پر جمعہ کے بعد نماز عصر تک نعت خوانی کا جلسہ ہوتا ہے جو 80 سال سے بغیر کسی ناغے کے آج تک جاری ہے۔ حامد حسین کے 3 بھائی بھی شاعری کرتے ہیں۔ ان کی بیگم مخفیؔ امروہوی بھی شعروسخن کا ذوق رکھتی ہیں۔ حامدؔ امروہوی نے امریکہ ہجرت کرلی ہے اور ان کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ ان کی ہجرت کے ساتھ امریکہ میں نعت گوئی اور نعت خوانی کی روایت کو فروغ ملا۔ ان کے حالیہ سعودی عرب کے سفر پر اردو نیوز نے ان کی شعری خدمات کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں جو قارئین کی نذر ہیں:

حامد حسین حامدؔ امروہی شعروسخن کے حلقوں میں نعتیہ کلام کے حوالے سے ایک جانا پہچانا نام ہے۔ ان کا تعلق اودھ کے ادبی مرکز امروہہ سے ہے۔ حامدؔ امروہوی کو اکثر ادبی حلقوں میں غزل گو شاعر کے روپ میں بھی دیکھا گیا ہے لیکن شعروادب کا یہ سیاح بہت جلد نعتیہ شاعری کی مقدس سرزمین پر پہنچ گیا اور یہ سعادت محض اتفاق نہیں بلکہ ان کی خاندانی روایت اور میراث ہے۔ نعت گو کی حیثیت سے حامدؔ امروہوی شمالی امریکہ میں معروف ہیں۔

حامدؔ امروہوی کہتے ہیں کہ ''مجھے اس کے اظہار میں کوئی باک نہیں کہ جہاں تک فن شاعری کی بات ہے میں اس سے ناواقف ہوں مجھے جو شعر پسند ہو یا کسی طرح میں

کچھ کہنا ہو تو وہ گنگناتا ہوں، گنگناتا رہتا ہوں۔ شعر ہوتے رہتے ہیں اور میں لکھتا رہتا ہوں۔ اگر کسی کو میرے کلام میں کوئی غلطی نظر آئے تو براہ کرام مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ اشاعت میں تصحیح کردی جائے۔ اگر کوئی شعر پسند آئے تو دعا میں یاد رکھیں۔

حامدؔ کہتے ہیں کہ میری داستان شاعری نامکمل رہے گی اگر ان میں شریک حیات سردار خانم یوسف زئی مخفیؔ کا ذکر نہ کروں جو میرے شعری سفر میں بھی شریک ہیں۔ قاضی افضلؔ بیابانی کی تجویز پر میں نے شکاگو کے مضافاتی شہر گلینڈل بائٹ میں واقع اپنے مکان کا نام ''نعت کدہ'' رکھ لیا ہے اور یہاں آتے ہی ایک طرحی نعتیہ مشاعرہ سے شروعات کی جس میں شکاگو اور اس کے اطراف کے تقریباً تمام شعرائے کرام نے شرکت کی۔ حامدؔ امروہوی کے دو مجموعے ''مدحت کے پھول'' اور ''خیابان ارم'' منظر عام پر آچکے ہیں۔

اردو ادب کی بعض مصروف شخصیتوں کا موصوف کی شاعری کے بارے میں تبصرہ پیش خدمت ہے۔

پروفیسر نثار احمد فاروقی (شعبہ عربی۔ دہلی یونیورسٹی) کہتے ہیں کہ ایسا بہت نادر ہوتا ہے کہ کسی خاندان میں کسی فن کی روایت کئی نسلوں تک رہے۔ عربی کے شاعر زہیرؔ بن ابی سلمٰی کے لیے کہا جاتا ہے کہ ان کے والد بھی شاعر تھے، وہ خود شاعر تھے اور ان کے ماموں بھی شعر کہتے تھے۔ دونوں بہنیں سلمٰی اور الخنساء شاعرہ تھیں۔ دونوں بیٹے بھی شاعر تھے۔ اردو میں اس کی مثال میرؔ کا خاندان ہے جس میں میر حسنؔ، میر خلیقؔ، میر انیسؔ، میر اسؔ، میر مونسؔ وغیرہ ہوئے۔ اسی طرح حافظ عبدالرؤف امروہوی ہوئے جن کے نقش قدم پر ان کے فرزند اکبر احمد حسین سیفیؔ، دوسرے فرزند حامد حسین حامدؔ امروہوی، تیسرے بیٹے ساجد حسین ساجدؔ امروہوی، سیفیؔ صاحب فرزند زبیرؔ ابن سیفی اور خود حامدؔ صاحب کی بیگم مخفیؔ امروہوی سب شعر وسخن کا ذوق رکھتے ہیں اور پر اثر الحان کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ حامدؔ کے کلام میں فن کا پورا التزام بھی ہے۔ زبان و بیان سادہ اور بے عیب ہے۔

شمیمؔ جے پوری کہتے ہیں کہ حامدؔ امروہی ایک نعت گو شاعر ہیں اور انہوں نے اپنی



(بائیں سے) حامدؔ امروہوی، طیبہ بیگم مرحومہ، سردار خانم مخفیؔ امروہوی

شاعری کو نعت گوئی کے لیے وقف کر دیا ہے۔ حضور ﷺ سے ان کی محبت کا اظہار ان کی نعتیہ شاعری میں اس شدت سے ہوتا ہے کہ ہر شخص کے دل پر اس کا ثاثر قائم رہتا ہے۔ ان کے اشعار میں سرکار دو عالم ﷺ سے سچی محبت کا اظہار ہے۔ شعر کا حسن ہے، دل کی گہرائی سے نکلنے والے جذبات کی کیفیت ہے۔ انہوں نے نعتیہ شاعری میں بھی ایک جدا گانہ طرز کی بنیاد رکھی ہے جس میں ردیف اور قافیہ کی انفرادیت نمایاں نظر آتی ہے۔

یہ شعر ملاحظہ کریں:

شاہانہ زمانے کا مقام اپنی جگہ
سرکار دو عالم ﷺ کا غلام اپنی جگہ

اسی طرح کے کچھ اشعار اور دیکھیے:

ان ﷺ کے نام پہ مرنے والا زندوں سے بہتر
ان ﷺ کی غلامی کرنے والا آقا لگتا ہے

پہلے آجائے ترے ﷺ عشق میں جینے کا شعور
پھر ترے ﷺ نام پہ مرنے کا سلیقہ مانگوں

خواجہ ریاض الدین عطش (شکاگو، امریکہ) کہتے ہیں کہ حامد امروہوی شکاگو کے ادبی حلقوں میں ایک معروف نعت گو شاعر ہیں جن کی نعتوں میں آہنگ ولحن ایک طور پر آملتے ہیں۔ ان کی نعت گوئی گام بہ گام ترقی پذیر ہے۔ حامد امروہوی میں اعجاز فن کے وہ ہنر مند نکتے ہیں جو قاری اور سامع کے خوابیدہ خیالوں کو جھنجوڑ کر بیدار کرتے ہیں اور دل ودماغ کو اپنی آغوش میں لے لیتے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

اشک کردیں گے بیاں فرقت کی ساری داستاں
رکھ دیئے ہیں ہم نے اشکوں کے ستارے سامنے

خوشبو جس چیز سے خالق نے بنائی ہو گی
وہ یقیناً مرے آقا ﷺ کا پسینہ ہوگا

حامدؔ امروہوی کی نعتیں از راہ ہدیۂ خلوص اور نذرِ عقیدت ہیں جن میں خود سپردگی کی کیفیات اکثر نمایاں ہیں۔

ڈاکٹر محمد نفیس حسن (دریا گنج، نئی دہلی) کہتے ہیں کہ حامدؔ امروہوی کے کلام کے مطالعہ سے خوشی ہوتی ہے کہ بعض جگہ ان کے نعتیہ کلام میں وسیع تر موضوعات کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے۔ مثلاً:

سہل ہو ہر مرحلے پر راہِ دشوار حیات
ہو اگر سیرت کا آئینہ ہمارے سامنے

حامدؔ کا تقریباً تمام تر کلام وفورِ شوق سے عبارت ہے۔ جس نے تعزل کے آہنگ میں ڈھل کر ایک خاص دلکشی پیدا کی ہے جیسے:

نگاہ شوق کو ہے آرزوئے نظارہ
جبینِ شوق ہے بیتاب آستاں کے لیے

اے چشمِ شوق اس کی نگاہوں کو چومنا
جب کوئی ان ﷺ کو دیکھنے والا دکھائی دے

حامدؔ کے کلام میں حمد کا حصہ برائے نام اور کچھ غزلیں ہیں۔ بیشتر حصہ نعتیہ کلام سے مزین ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعری کا اصل میدان نعت گوئی ہے اور اکثر نعتیہ کلام تمام تر غزل کی ہیئت میں ہے۔

ڈاکٹر تابشؔ مہدی کہتے ہیں کہ حامدؔ امروہوی ایک خوش فکر، خوش گو اور خوش اخلاق شاعر ہیں۔ وہ شاعری کی جملہ اصناف میں طبع آزمائی کرتے ہیں اور ہر صنف میں ان کا مطالعہ بہت وسیع ہے لیکن مزاجی طور پر وہ نعت پاک کے شاعر ہیں۔ میں یہ بات بڑے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ حامدؔ ایک پرگو شاعر ہیں اور اپنے والد سے شعر و سخن کی جو وراثت ملی ہے۔ انہوں نے اس کی کافی حد تک پاسداری کی۔ نمونے کے طور پر صرف دو اشعار ملاحظہ ہوں:

چلنے کو تو چلتی ہے نسیم سحری بھی
پر آپ ﷺ کا انداز خرام اپنی جگہ ہے

اپنے جذبہ دل کو راہ بر بنالوں گا
راستہ مدینے کا اس کا دیکھا بھالا ہے

حامدؔ امروہوی کی نعتوں میں دردوسوز اور محبت وشفتگی کی اس کیفیت کی کمی نہیں جو ایک اچھے نعت گوشاعر کے لیے ضروری ہے۔ حامدؔ امروہوی، پہلے مجموعہ نعت پاک کی غیر معمولی قبولیت اوراس کی اشاعتِ مکرر پر ہدیہ تبریک کے لائق ہیں۔

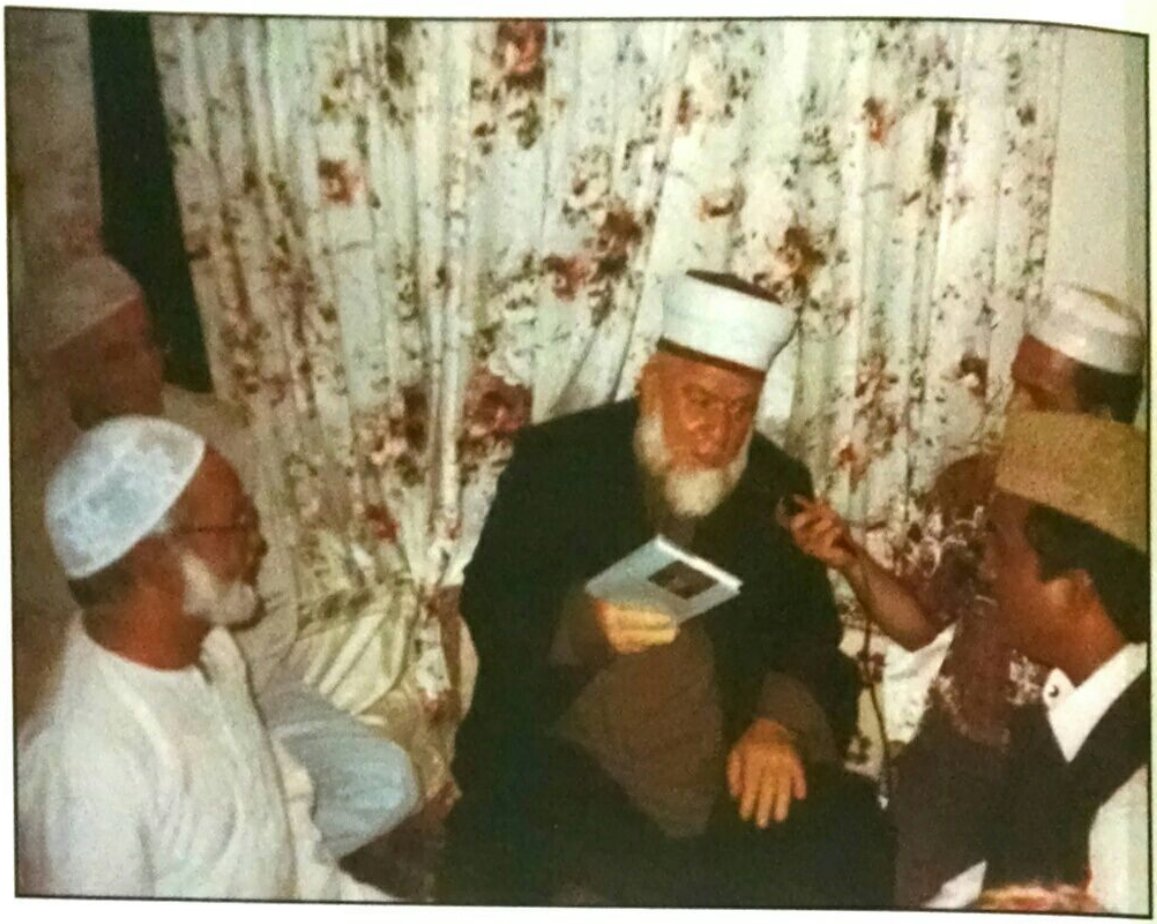
نیّر جہاں
لاس اینجلس

مدحت کے پھول

اردو زبان کے ابتدائی دور ہی سے نعت گوئی کا فن اس زبان کی زینت میں شامل رہا ہے بلکہ غزل کی نوک پلک درست کرنے میں فن نعت گوئی کا بڑا احسان ہے۔ چنانچہ قلی قطب شاہ سے لے کر غالبؔ و اقبالؔ، حالیؔ، ماہر القادری اور راغبؔ مرادآبادی تک سبھی اس صنف کی زینت میں اضافہ کرنے کا پورا پورا اور بڑی عقیدت سے حق ادا کرتے رہے ہیں۔ لیکن اگر فنی خوبیوں کو مدِ نظر رکھا جائے تو یہ حقیقت بہت واضح ہو جاتی ہے کہ جب تک حقیقتاً شاعر کے دل میں چاہ رسولؐ گھر نہ بنائے اور ان کی طرف سے پوری توفیق حاصل نہ ہو نعتیہ شاعری میں اس محبت کا اظہار فنّی مہارت کے ساتھ ناممکن ہے۔ جناب حامد امروہوی کی شاعری کو دیکھتے ہوئے یہ بات بلا مبالغہ کہی جاسکتی ہے کہ اُن کے دل کے گوشے گوشے میں حُبِّ رسولؐ چراغاں کئے ہوئے ہے اور اُن پر حضورؐ کی طرف سے توفیقات کی بارش ہے۔ ''مدحت کے پھول'' میں اسی روشنی کے عکس اور اسی الفت کے مظاہر جگہ جگہ نظر آتے ہیں۔ مندرجہ ذیل اشعار میرے اس بیان کی تصدیق کرتے ہیں:

پہلے آجائے ترے عشق میں جینے کا شعور
پھر ترے نام پہ مرنے کا سلیقہ مانگوں

گھر میں ان کی یادوں کے ہر طرف اُجالے ہیں
بزمِ دل سجالی ہے ہم نے شامِ فرقت میں



بتاریخ جولائی ۲/۷ ۱۹۹۵ء کو مسجد اقصیٰ کے امام کے مبارک ہاتھوں سے ''مدحت کے پھول'' جو حامدؔ امروہوی صاحب کا پہلا مجموعہ ہے جناب الحاج خورشید احمد نعت خواں پاکستان کی خدمت میں پیش کیا گیا اور خورشید احمد صاحب نے اس مجموعہ سے ایک نعت شریف ''اے کاش ایسا چشمۂ تمنا دکھائی دے'' بحضور اقدس احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کی۔ یہ تقریب لئیق بیگ صاحب کے مکان پر منعقد ہوئی تھی۔ اللہ پاک حامدؔ امروہوی کے اس کلام کو قبول فرما کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا شرف بخشے۔ آمین

کرم میں ان کے کمی ہو یہ غیر ممکن ہے
مری طلب میں یقیناً کوئی کمی ہوگی

آپؐ نے تو مری بخشش کی دعائیں مانگیں
اور میں اپنے کئے پر بھی پشماں نہ ہوا

ہم اہلِ وفا عشق میں اس راہ سے گذرے
جس راہ میں ذرّے نہیں شمس وقمر آئے

اشک کردیں گے بیاں فرقت کی ساری داستاں
رکھ دیئے ہیں ہم نے اشکوں کے ستارے سامنے

سرکارؐ کے عاشق کی مَیں پہچان بتاؤں
جو حال ہو اُس حال میں خوش حال لگے ہے

محبت میں زیاں کا لفظ کچھ معنی نہیں رکھتا
یہ وہ سودا ہے جس کو کر کے پچھتایا نہیں کرتے

پوچھتا ہے جو کوئی دردِ محبت کا علاج
راستہ ہم تیرے کوچے کا بتادیتے ہیں

چاہوں گر کچھ تو نہ چاہوں تری چاہت کے سوا
مانگنا ہو تو تری زلف کا سودا مانگوں

مدحت کے پھول کا بڑا حصہ نعتیہ غزلوں پر مشتمل ہے۔ ان غزلوں میں غزل کے تمام اجزاء اپنے روایتی حسن کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ اندازِ بیان میں شیرینی، جاذبیت اور

خلوص کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ زبان کی سادگی نے اشعار کے حسن اور دل فریبی کو دوبالا کر دیا ہے۔ اور عقیدت اور محبت رسول کی حلاوت نے اظہار فکر میں نرالا پن اور نیا نکھرا ہوا کیف پیدا کر کے مدحت کے پھولوں کا ایک مُرصّع گلدستہ ترتیب دیا ہے۔

میری ناقص معلومات کے مطابق یہ پہلا نعتوں اور غزلوں کا مجموعہ ہے جو سرزمین امریکہ میں تخلیق ہوا۔ اس حقیقت کے مدنظر اس کتاب نے شمالی امریکہ میں نعتیہ شاعری کو نہ صرف خود اعتمادی بخشی ہے بلکہ شاعری کی تاریخی اہمیت کے سلسلے میں یہ ایک ادبی دستاویز ہے۔



حامد امروہوی

شکاگو میں مقیم خواجہ ریاض الدین عطشؔ نامی گرامی شاعر اور ماہر لسانیات ہیں۔ نعتیہ شاعری سے متعلق ان کے زرین خیالات قارئین ''سخن ور چہارم'' کے لیے پیش ہیں۔ فرماتے ہیں:

> ''حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے اُلفت اور اُسوۂ حسنہ کی تبلیغ واشاعت ایک مقدس فریضہ ہے جس میں ایمانِ دل، مسلمان کی پہچان مضمر ہے۔ یہ ایک ایسی نسبت ہے جو ہمارے قلوب کو روشن رکھتی ہے اور ہمیں صراطِ مستقیم کا پیہم پتا دیتی ہے۔ نعتِ رسولؐ مقبول کا مقصد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم شخصیت اور اسوۂ حسنہ کے بلاغت آفریں اور مقدس بیان کی ضابطۂ نعت گوئی کے بلا تقصیر معیار کو برقرار رکھتے ہوئے شعری جامہ پہنا کر محبانِ رسولؐ کے دلوں کو ایمان کی حرارت سے گرمانا اور عوام الناس کو رسولِ اکرمؐ کی سیرت سے قریب تر لانا ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ اصنافِ سخن میں نعت گوئی ایک مشکل ترین صنف ہے جس میں خیال وجذبہ کے ساتھ ہر ہر لفظ کو توقیر وتحقیر کے ترازو پر تولنا پڑتا ہے اور تنقیص یا الوہیت کی کڑی شرط کو ہر قدم پر ملحوظِ خاطر رکھنا پڑتا ہے اس لیے فکر، مضمون طرزِ بیان اور جذبوں کی بے اختیاری، پیرایۂ اظہار اور مبالغہ آرائی ان سب کو غلو سے مبرا رکھنے کے لیے کمالِ احتیاط ازبس ضروری ہے۔ ساتھ ساتھ دین کا گہرا مطالعہ، تجرِ علمی، ایمانِ کامل اور حضورؐ سے قلبی لگاؤ اوّلین شرائط ہیں:

شیشۂ نعت ہے بہت نازک
کیوں کوئی بے ہنر زباں کے لے
(ذہین شاہ، تاجی)

مدح رسول نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ہی ایک باقاعدہ فن کی صورت اختیار کر لی تھی۔ اس فن کی نمائندگی حضرت حسان بن ثابت، حضرت کعب بن زبیر، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن مالک اور حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہم کے علاوہ دوسروں نے بھی کی اور اس فن کے معیار مقرر کیے۔ فنِ مدحِ رسولؐ کو ایک مدت بعد فارسی میں اصطلاحاً نعت کہا گیا۔ حضرت حسان بن ثابتؓ شاعرِ دربارِ رسالت تھے۔ آپ کے اشعار توحید و رسالت کے فضائل اور محاسنِ سیرتِ رسولؐ سے پُر ہیں۔ حضرت کعب بن زبیرؓ نے جب حضورِ ختمی مرتبتؐ کی خدمت میں اپنا تاریخی قصیدہ پڑھا تو حضورؐ نے خوش ہو کر اپنی ردائے مبارک عطا فرمائی۔ حضورؐ نے ابو طالب کی ایک نعت کو پسند فرمایا جس کے مفہوم کو میں نے اس طرح ادا کرنے کی کوشش کی ہے:

جس حوالے سے طلب ابر کی بارش کیجئے
آپ کا ہی رُخِ روشن ہے رسولِ عربیؐ

ملتی بیواؤں کو جس میں ہے تحفظ کی بہار
ارضِ طیبہ وہی گلشن ہے رسولِ عربیؐ

نور میں جس کے یتیموں کا ہے وہ عہد سیاہ
آپ کا عدلِ ضیاء تن ہے رسول عربیؐ
(عطش)

حامد امروہوی شکاگو کے ادبی حلقوں میں ایک نعت گو شاعر ہیں۔ ان کی نعتوں میں آہنگ و لحن ایک محور پر آ ملتے ہیں اور اس طرح انہیں ختمی مرتبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بے مثل میں معرف و مدح گو ہونے کی سعادت نصیب ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے ان کی مدح نگاری سے خوش ہوکر جو یہ دعا فرمائی تھی: ''اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوحِ القُدس'' کہ اے اللہ! جبرئیل کے ذریعے حسان کی مدد فرما'' اس دعا کا دائرۂ اثر قیامت تک پیدا ہونے والے تمام مدحت نگاروں کے لیے پھیلا ہوا ہے۔ (بشرط: بلطائف الاحسن، بحضور) ورنہ ہم عاجزوں کو نعت گوئی کی کیوں کر توفیق ہوتی۔ اور یہ اسی دعا کی برکت ہے کہ جناب حامد امروہوی کی نعت گوئی گام بہ گام ترقی پذیر اور درجہ بدرجہ پسندیدہ خاطر ہوتی چلی جارہی ہے۔ لفظ معنی تک معتد بہ رسائی جہاں طبعی خصوصیت کو ظاہر کرتی ہے وہاں زبان کی چاشنی، بندش کی چستی، بیان کی تازگی، جدت کی دھنک، ترکیبات وتشبیہات کی ہم آہنگی ان کے اشعار کی شادابی کے آئینہ دار ہیں۔ حامد امروہوی میں اعجازِ فن کے وہ ہنرمند نکتے ہیں جو قاری اور سامع کے خوابیدہ خیالوں کو جھنجوڑ کر بیدار کرتے ہیں اور دل ودماغ کو اپنی آغوشِ طلسم میں لے لیتے ہیں:

آقاؐ مرے ایسے ہیں رسولوں میں کہ جیسے
تسبیح کے دانوں میں امام اپنی جگہ ہے

جب تصور کرلیا وہ ہیں ہمارے سامنے
بحرِ غم میں آگئے لاکھوں کنارے سامنے

خوشبو جس چیز سے خالق نے بنائی ہوگی
وہ یقیناً مرے آقاؐ کا پسینہ ہوگا

ہر آن بدلتی ہے خرد نظم سیاست
سرکارؐ جو لائے وہ نظام اپنی جگہ ہے

حامد بھائی سے میری ملاقات ایک نعتیہ محفل میں ہوئی۔ انھوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا'' مجھے حامد حسین مرزا کہتے ہیں اور نام کا یک حصہ حامد تخلص ہے۔ حامد امروہوی ۲۰ جنوری ۱۹۳۶ء کو امروہہ، یوپی ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد محترم جناب عبدالرؤف مرحوم امروہہ کے مشہور اساتذہ میں سے تھے اور امام المدارس سے

منسلک تھے اور بہترین نعت گو تھے۔ ان کے چار دیوان یادگار ہیں۔ حامد بھائی کے بڑے بھائی احمد حسین سیفی اور چھوٹے بھائی ساجد حسین ساجد دونوں ہی صاحبِ دیوان ہیں اور خود حامد امروہوی صاحب بھی (ان کے خاندان کے بارے میں تفصیلات محترمہ مخفی امروہوی کے کے تعارف میں موجود ہیں) انہوں نے ہائی اسکول امام المدارس سے پاس کیا اور پھر ہندو انٹر کالج میں داخلہ لے لیا مگر بیماری کی وجہ سے تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ پھر جامعہ اردو علی گڑھ سے ادیب کامل کیا۔ ۱۹۵۲ء کے آخر سے گنے کے سرکاری محکمہ میں ملازمت شروع کی اور تقریباً سترہ سال یوپی کے مختلف مقامات پر کام کیا اس کے بعد ۱۹۶۹ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے غیر تدریسی عملہ میں شامل ہو گئے اور راس مسعود ہال اور پھر داخلوں اور امتحانات کے کنٹرولر کے دفتر میں کام کیا ۱۹۹۱ء میں یونیورسٹی سے چھٹی لے کر امریکہ آ گئے اور تا حال شکاگو میں مقیم ہیں۔

حامد بھائی بتا رہے تھے ''امروہہ میں میرے مکان پر تقریباً ۷۷ سال سے ہر جمعہ کو نمازِ جمعہ کے بعد بڑے اہتمام سے نعت خوانی کی محفل منعقد ہوتی ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ اس طویل عرصے میں ایک بھی جلسہ ناغہ نہیں ہوا۔ جب ہوش سنبھالا تو خود کو اس محفل میں نعت خواں پایا۔ نعت پڑھتے پڑھتے خود بھی نعت کہنے لگا۔ سب سے پہلی غزل اپنے شفیق استاد مولانا سید صفی مرتضیٰ صاحب مرحوم کی فرمائش پر کہی جب میں ساتویں جماعت میں تھا۔ افسوس یہ ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہوں پر تبادلوں کی بنا پر تمام کلام ضائع ہو گیا۔ اور میں نے بددل ہو کر شعر کہنا چھوڑ دیا صرف امروہہ میں مکان پر ہونے والے سالانہ نعتیہ مشاعروں کے لیے نعتیں کہتا رہا۔ امریکہ آ کر تقریباً پچیس سال بعد پھر شعر کہنا شروع کیا اور یادداشتوں کے سہارے صرف نعتوں کو جمع کر کے ایک دیوان ''مدحت کے پھول'' کے نام سے ۱۹۹۵ء میں شائع کیا۔ جس کو اللہ کا شکر ہے مقبولیت حاصل ہوئی اور پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا اب دوسرا ایڈیشن انشاءاللہ جنوری ۲۰۰۰ء میں آ جائے گا۔

زندگی کے اہم واقعات میں میری پیدائش اور شادی ہے اور تیسرا واقعہ انتقال کا ہو گا۔

میرے نزدیک صنفِ ادب میں صرف شاعری ہی ایک ایسی صنف ہے جس میں آپ انتہائی موثر انداز میں اظہار خیال کر سکتے ہیں اور شاعری میں بھی غزل وہ صنف ہے جس کے دو مصرعوں میں آپ ایک مکمل بات کہہ دیتے ہیں۔''

''ان کا کلام شمع، نئی دنیا، الجمعیۃ، پاسبان، اردو جرنل، اور پاکستان لنک، وغیرہ میں شائع ہوتا رہتا ہے انہیں شاعری اور سوانح پڑھنے میں لطف آتا ہے۔ ان کا کہنا ہے اردو مشاعروں، ڈراموں اور فلموں کی کامیابی اردو کی بقا کی ضامن ہے ان کے نزدیک نشستیں عام مشاعروں سے بہتر ہیں۔

ان کا مشورہ ہے کہ تحفے میں کتابوں کو دینا اردو زبان کی اشاعت اور بقا کا ذریعہ ہوگا اس میں کوئی شک نہیں کہ ادب کی ترقی کے لیے تنقید ضروری ہے مگر اُس میں تنقیص نہ ہونی چاہئے۔''

نعت

اک ہم ہی نہیں اُنؐ کے جلوؤں کے تمنائی
خالق بھی خود اپنی تخلیق کا شیدائی

اُن سا نہ ہوا کوئی اُن سا نہ کوئی ہوگا
اللہ رے یکتا کے محبوب کی یکتائی

محبوب بھی پیارا ہے محبوب کی نگری بھی
اللہ نے قرآں میں دونوں کی قسم کھائی

میں ہوں درِ اقدس ہے اور سامنے جالی ہے
اے چشمِ تمنا لے اب تو تری بن آئی

ہم عرضِ وفا حامدؔ کرتے ہیں نگاہوں سے
کس کو درِ اقدس پر، ہے جرأتِ گویائی

توفیق انصاری احمد
اسٹریم وڈ۔الی ناے (امریکہ)

خیابانِ اِرم

مقبول نعتؐ گو شاعر جناب حامدؔ امروہوی کے تازہ مجموعہ کلام پر اک نظر

مذہبی شاعری کے پیرایہ میں خالق کل، اللہ رب العزت کی مدح وثنا کا نام حمد ہے اور حمد خاص الخاص اللہ تعالیٰ کے لئے مختص ہے۔ یعنی حمد وہ صنف سخن ہے جو صرف معبود کے لئے ہے اور یہ مدح وثنا کا سب سے اعلیٰ وارفع مقام ہے۔ اس اعلیٰ وارفع مقام کے زیر سایہ مقام عبد ہے اور نعتؐ، عبدیت کی بلند ترین منزل ہے۔ نعت عربی زبان کا ہم اسم مؤنث ہے جس کے معنی تعریف وتوصیف کے ہیں اور یہ صنف سخن آقائے دو جہاں، سرکارِ دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالیہ، حسن اخلاق، صورت وسیرت اور تعلیمات وارشادات کے تذکرات کے ساتھ ساتھ آپؐ سے اپنے قلبی وذہنی لگاؤ اور سچے عشق ومحبت کے شاعرانہ اظہار واقرار کے لئے مخصوص ہے۔ منقبت کی صنف عبدیت کی دوسری منزل ہے جہاں صحابۂ کرام اور بزرگانِ دین کی ذات بابرکات کے تعلق سے احساسات وتذکرات کا سلسلہ ہوتا ہے جس میں شاعرانہ عقیدتوں کے پھول پیش کئے جاتے ہیں۔

ممتاز شاعر جناب حامدؔ امروہوی کا تازہ مجموعۂ کلام ''خیابانِ ارم'' حمد، نعتؐ، اور منقبت پر مشتمل ہے۔ نعت گوئی کے سلسلہ میں حامدؔ امروہوی کا نام نیا نہیں۔ شکاگو میں حامد امروہوی کی پہچان ابتداً ایک غزل گو اور پھر ایک نعتؐ گو شاعر کی حیثیت سے ہوئی اور پھر بہت جلد انھوں نے اپنی ذہنی توانائی اور پروازِ خیال کو حُبِّ رسولؐ کے لئے وقف کر کے ایک منفرد نعتؐ گو شاعر کے نام سے اپنی مستقل پہچان بنا لی۔ حامدؔ امروہوی نہ

صرف شکاگو بلکہ شکاگو سے باہر امریکہ کے دیگر بڑے شہروں میں نعت گوئی کے حوالے سے مقبول و معروف ہیں۔

نعتؐ گوئی ایک قدیم و عظیم عطائی فن ہے۔ یہ عطائے خداوندی و عنایات مصطفویؐ کے تجلیات و تصرّفات کا عطیہ ہے اور جس کو یہ عطیہ مل جائے اُس کی دولتمندی و خوش نصیبی کے کیا کہنے۔ مسرت اس بات پر ہے کہ حامد امروہوی اُن دولتمند خوش نصیبوں میں شامل ہیں جن کو توفیقِ نعتؐ نصیب ہوتی ہے۔ اور یہ نعمت خاص کسی کسی کے حصہ میں آتی ہے۔

آج سے تقریباً چھ سال قبل جناب حامد امروہوی کا پہلا نعتیہ مجموعۂ کلام ''مدحت کے پھول'' منظر عام پر آیا تھا جس کو عوام و خواص نے ہاتھوں ہاتھ لے کر سراہا اور اب بفضل خدا اس کے دوسرے ایڈیشن کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اس عرصہ میں حامد صاحب کے پاس کچھ اتنا اثاثہ جمع ہو گیا تھا کہ دوسرا مجموعۂ کلام ''خیابانِ ارم'' کے نام سے ترتیب دیا جا سکے۔ اس لئے اب ''خیابانِ ارم'' بڑے تزک و احتشام کے ساتھ سامنے آیا ہے۔ 'خیابانِ اِرم' کو یہ خصوصیت اور یہ افتخار بھی حاصل ہے کہ یہ نئی صدی کا پہلا نعتیہ مجموعۂ کلام ہے جس کی رسم اجراء نئے میلی نیم میں امریکہ کی سرزمین پر نئے طریقہ سے انجام پا رہی ہے اور یہ حامد امروہوی کے لئے بڑا اعزاز ہے۔

'خیابانِ ارم' کے نام پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خیابان کے لغتی معنیٰ، پھلواڑی، کیاری، یا باغ کے درمیان سے گذرتا ہوا راستہ، کے ہیں۔ اور اِرم کے مجازی معنی بہشت یا جنت کے ہیں۔ اس طرح 'خیابان ارم' کا عام فہم، مجازی مطلب ''جنت کی کیاری'' ہوا۔ اِرم کے حقیقی و تلمیحی معنی کچھ اور ہیں اور اس کی تصدیق سورۃ الفجر کی ابتدائی آیات اور عربی و اُردو کی دیگر لغات سے ہو جاتی ہے۔ اِرم، ایک تحقیقی موضوع ہے جس کی تفصیل یہاں نامناسب ہے۔

''خیابانِ ارم'' کے دیگر متبادل و مستحسن نام، خیابان عدن، خیابان قدس، خیابانِ فردوس، خیابانِ رضواں، خیابان خلد، خیابان بہشت، خیابان مدینہؐ، و ریاض الارض، ہو سکتے ہیں اور اس طرح خیابانِ ارم کو کسی ایک منتخب نام سے بھی موسوم کیا جا سکتا ہے۔

جناب حامدؔ امروہوی فہم و ادراک سے مزین اور نورِ بصیرت سے سرفراز ہیں۔ نعت گوئی اُن کا خاندانی طرۂ امتیاز ہے۔ وہ بڑے ادب، بڑے سلیقہ، اور بڑے کمال اُلفت کے ساتھ، احتیاط کو ملحوظ رکھ کر، کیف و مستی میں ڈوب کر نعتؐ کہتے ہیں اور کچھ اس طرح کہتے ہیں کہ نعتؐ اُن کی زبان پر آ کر دوسروں کے دل میں اُتر جاتی ہے۔ اور یہی نعت گوئی کی معراج ہے۔ وہ نعتؐ کچھ اس طرح لحن و ترنم سے پڑھتے ہیں کہ سماں بندھ جاتا ہے اور اک خاص کیفیت سننے والوں پر طاری ہو جاتی ہے۔ 'مدحت کے پھول' اور 'خیابانِ ارم' کے مطالعہ کے بعد، حامدؔ امروہوی کی نعتوں کو سمجھ کر، اُن سے نعتؐ سننے کا مزہ دوبالا ہو جاتا ہے۔

'خیابان ارم، جناب حامدؔ امروہوی کی تازہ ترین کتاب ہے۔ اس کتاب سے چند منتخب و منفرد اشعار سماعت فرمایئے اور حمد، نعتؐ و منقبت کے کمالِ فن کی دل کھول کر داد دیجئے کہ شاعر نے جس خلوص و محبت سے کلام کہہ کر سعادت مندی و ثواب کی راہِ خاص اختیار کی ہے خدا کرے کہ، آپ بھی اس کلام کو پڑھ سن کر، اس راہ کے مستحقین میں شامل ہو جائیں (آمین) حمد باری تعالیٰ کے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے:

ذہن میں تیری بڑائی کا تصور ہے محال
کیسے ممکن ہے کہ سمجھے کوئی، عظمت تیری

میں بشر ہوں، مری فطرت ہے خطائیں کرنا
بخش دینا مرے اللہ ہے عادت تیری

دامنؔ ہے مرا عمل سے خالی
صرف اُس کے کرم کا آسرا ہے

بندوں نے خدا کو جس سے سمجھا
وہ ذاتِ جناب مصطفےٰ ہے

مانگتے رہیے، مانگتے رہیے
مانگئے وہ خفا نہیں ہوتا

'خیابانِ ارم' کا زیادہ تر حصّہ نعتوں پر مشتمل ہے۔ نعتوں کے اکثر اشعار سلیس و برجستہ ہیں۔ تقریباً ساری نعتیں منتخب عمدہ ہیں۔ ان نعتوں سے تبرکاً چند اشعار پیش ہیں:

مجھ کو کیا غم ہو بھلا بے سروسامانی کا
عشق سرکارِ دو عالمؐ، سروسامان میں ہے

مجھے تسلیم وہ بندے ہیں لیکن
مگر اُن سا کوئی بندہ نہیں ہے

یٰسینؐ کہا گیا، کبھی طٰہٰؐ کہا گیا
آقاؐ کو میرے پیار سے کیا کیا کہا گیا

مارے مارے نہ در بہ در پھرتے
ہم جو اُس در کے ہوگئے ہوتے

بھروسہ ہے مجھے سرکارؐ کی بندہ نوازی پر
مجھے رسوا نہ ہونے دیں گے وہ محشر کے میداں میں

پہلے آدابِ گفتگو سیکھیں
پھر کریں ہم حضورؐ کی باتیں

مدح گوئی کا ہے صلہ حامدؔ
یہ جو شہرت ترے کلام کی ہے

آپؐ کی شانِ کریمی پر بھروسہ ہے جنہیں
ڈھونڈ لے گی اُن کو محشر میں شفاعت آپؐ کی

بات جنت کی جب کسی نے کی
ہم کو یاد آگئی مدینے کی

اللہ مجھ کو نام نبیؐ سن کے بخش دے
کمزور ہوں بہت میں، حساب و کتاب میں

جس کے سننے سے جی نہیں بھرتا
وہ مدینے کی بات ہوتی ہے

میں نے لیا جو نام رسالت مآبؐ کا
سنتے ہی سب فرشتوں نے صل علیٰ کہا

حسرتِ دید مدینہ، تجھے اللہ رکھے
اب مدینہؐ ہی مدینہؐ نظر آتا ہے مجھے

یاد اُن کی رہی رفیق مری
جب نہ تھا کوئی دور دور مرا

مجھ کو بلا لیا یہ کرم ہے حضورؐ کا
بچوں کو بھی مرے یہاں آنا نصیب ہو

آگے سے جہاں رستہ، آسان ہے منزل کا
رحمتؐ مجھے آقاؐ کی، اُس موڑ پہ لے آئی

اُن کی رحمت ہو تو بخشش کی کوئی بات بنے
ورنہ اعمال پہ کیا اپنے بھروسہ کرنا

والد نعتؐ لکھا کرتے تھے، میں بھی ہوں مدّاحِ نبیؐ
حامدؔ میرے گھر میں اُجالا، کل بھی تھا اور آج بھی ہے

نبیؐ کی نعتؐ سے وہ روشنی ہے حجرۂ جاں میں
جب اُن کی نعت لکھتا ہوں تو سارا گھر چمکتا ہے

صحابۂ کرام و بزرگان دین کی منقبتوں کے بطورِ نمونہ چند اشعار دیکھئے:

ہے آج حضرت صدیقؓ، یار غار کا ذکر
رفیق ختم رسالتؐ کی بات ہوتی ہے

مجھ کو بھی قدرت ملے، گنجینۂ الفاظ پر
منقبت میں بھی لکھوں اک روز شایان عمرؓ

یہ حقیقت اہل ایماں کے دلوں سے پوچھئے
حاصل ایماں ہے چاہت حضرت عثمانؓ کی

خیبر شکن ہیں آپؓ تو شیر خدا کہا
مشکل میں کام آئے تو مشکل کشا کہا

زندگی کی بات ہو، یا مرحلہ ہو موت کا
ہر عمل شبیرؓ کا قرآن کی تفسیر ہے

عندلیبو آؤ، یہ خواجہؒ کا اذنِ عام ہے
گلستانِ معرفت میں زمزمہ خوانی کرو

جناب حامدؔ امروہوی کا دوسرا مجموعہ کلام 'خیابانِ ارم'، ۱۶۰ صفحات پر مشتمل، مجلد و خوبصورت ٹائٹل سے مزین ہے۔ سفید کاغذ پر کتابت و طباعت معیاری و دیدہ زیب ہے۔ کتاب کی ابتداء میں پروفیسر نثار احمد فاروقی کا لکھا ہوا پیش لفظ اور آخر میں

کتاب کی پشت پر شاعر کی تصویر کے ساتھ لکھا ہوا تعارف مناسب ہے۔

''گلہائے خیابانِ ارم، کے عنوان سے خواجہ ریاض الدین عطش مرحوم کا لکھا ہوا تعارفی خاکہ حقائق پر مبنی ہے۔

نعت رسالت مآبؐ اور حامدؔ امروہوی کے موضوع پر جناب سیّد محمد حنیف اخگرؔ کا مضمون جامع ہے۔

جناب حامد امروہوی نے اپنے کلام کی ابتداء سے قبل 'عرضِ حال' لکھا ہے جو ایک اعتراف حقیقت ہے اور جس میں شکر و شکریہ سبھی شامل ہے۔ اس عرضِ حال میں سادہ لوحی، فراغ دلی، اور مرنجاں مرنج کی جھلک ہے جو ایک اچھے شاعر کے ساتھ ساتھ ایک اچھا انسان ہونے کی کھلی دلیل ہے۔

'خیابانِ اِرم' بہر صورت ظاہری و باطنی خوبیوں سے بھرپور ایک عمدہ کتاب ہے جو پہلی نظر میں دیکھنے والے کو متاثر کرتی ہے۔



ایس زیڈ حسن
شکاگو

حامد امروہی اور خیابانِ ارم

حامد امروہی صاحب کے حلیہ اور ان کی شخصیت کو الفاظ کا جامہ پہنایا جائے تو وہ کچھ اس طرح ہوگا۔ رنگ نہ چونے کی طرح سفید نہ گلاب کی طرح سُرخ بلکہ گیہوں کی طرح دودھیا اور دلکش جس میں ڈھیروں معصومیت اور بے حساب تقدس کو گھول دیا گیا ہو، سادہ لباس میں سادگی کا مرصع، چال میں تمکنت لئے ہوئے وقار تو چہرے پر شرافت کا نکھار، آنکھوں میں غیرت کی روشنی کے ساتھ طبیعت میں بلا کا انکسار تو وضع قطع مطابق اسلامی شعار، دل اندر سے عشق رسول میں داغدار تو چہرہ پر حب نبی کے 'نور کی بہار' پیکر حلم ایسے کہ کبھی بھی پیشانی پر بل نہ آنے دیں۔ منکسر المزاج ایسے کہ ہر ملنے والے کا دل جیت لیں۔

پہلی مرتبہ جب میں نے انھیں جناب قاضی افضل بیابانی صاحب کے دولت کدہ پر نعت سناتے، دیکھا اور سنا تو محسوس ہوا کہ ان کے اشعار میں جذبات کی 'صداقت کے ساتھ اخلاص کی حلاوت، عقیدت کی لطافت اور احساس کی نزاکت کے امتزاج نے ایک ایسا تاثر پیدا کیا ہے جس نے شعر کو محض ایک ذہنی اپج کے زمرہ سے اٹھا کر الہامی حدود میں داخل کر دیا ہے۔ طرز ادا اور رنگ انشاء کی وجہ سے جہاں ان کے اشعار سامعین کے دلوں پر کاری ضرب لگاتے نظر آتے ہیں وہیں ان کی گنبد خضریٰ کے مکین سے والہانہ وابستگی کا پتہ بھی دیتے ہیں۔

نعتیہ شاعری کے آفتاب حسان بن ثابتؓ سے لے کر آج تک جہاں ہمیں متعدد عربی نعت گو شعراء ملے وہیں سعدیؒ، رومی، جامی، قدسی اور عطار جیسے فارسی شعراء کے

ساتھ سرکار آسیؔ، مولانا محسنؔ کاکوروی، حضرت صوفیؔ منیری، مولانا امیرؔ مینائی اور حضرت بیدم شاہ وارثی جیسے اردو نعت گو شعراء بھی میسر آئے جن کی وجہ سے نعت گوئی کے فن میں چار چاند لگ گئے۔ دورِ حاضر میں اس دیارِ غیر میں اس مقدس صنف شاعری کے علمبردار اگر کوئی ہیں یا ہو سکتے ہیں تو وہ ہیں جناب حامدؔ امروہوی صاحب جن کے دوسرے دیوان کی رستم اجرا کے ضمن میں آج ہم جمع ہوئے ہیں۔

کسی بھی شاعر کی شاعری کا جائزہ لینے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اس کے اور اردگرد کی فضاء کا جائزہ بھی لیا جائے تا کہ اس کے شعری شعور کو سمجھنے اور پرکھنے میں آسانی ہو، شاعر ہو یا ادیب وہ اپنے ماحول کا آئینہ ہوتا ہے، اس کے اشعار پر اطراف و اکناف کے اثرات کا مرتب ہونا ایک فطری امر ہوتا ہے، حامدؔ امروہوی صاحب کو حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت پشتہا پشت سے ہوتی ہوئی اپنی پختگی کی آخری منزل کو پہنچ کر ورثہ میں ملی تو آناً فاناً ان کے رگ و ریشہ میں سرائیت کر گئی۔ نہ صرف ان کا قلم نعت رسول لکھنے میں مصروف ہو گیا بلکہ ان کے وجود کا رواں رواں نعت رسول میں ڈھل گیا اور سوتے جاگتے، شعور و لاشعور میں مدحت رسول کے سوا ان کی زندگی کا کوئی اور مقصد نہ رہا غرض وہ عشق رسول میں سوختہ جاں ہو کر رہ گئے:

مدح گوی کا ہے صلہ حامدؔ
یہ جو شہرت تیرے کلام کی ہے

حامدؔ امروہوی صاحب کے پہلے دیوان ''مدحت کے پھول'' کے منظر عام پر آنے کے بعد شکاگو میں ان کی نعتوں نے کچھ ایسا رنگ جمایا کہ شہر کی کوئی بھی ادبی یا نئی محفل ان کی نعت کے بغیر شروع ہی نہیں کی جاتی۔ آج ہم ان کے دوسرے دیوان ''خیابان ارم'' کی رسم اجرا کے سلسلہ میں جمع ہوئے ہیں، اس دیوان میں اشعار کی پختگی اور حب رسول کی چاشنی اس قدر اعلیٰ سطح پر پہنچی ہوئی ہے کہ اس دیوان کا کوئی بھی شعر ایسا نہیں کہ جو ذہنی آسودگی کی خاطر محض تفریح طبع کے لئے پڑھ لیا جائے بلکہ یہ دیوان ایک ایسا دریا ہے جس کی ایک ایک لہر ایک ایک شعر کی صورت میں بہہ بہہ کر پڑھنے والے کو عشق رسول

کے جذبہ سے سیراب کرتی رہے گی۔

اکثر و بیشتر لوگ اپنی انا کی تسکین کے لئے اپنے دفتر بے معنی کو دیوان کے نام سے شائع کروا کر گمنام شاعروں کی فہرست میں ایک اور نام کا اضافہ کر کے مطمئن ہوجاتے ہیں مگر بعض بعض وقت چند ایسے بھی دیوان منظر عام پر آتے ہیں جو نہ صرف شاعر کے لئے باعث افتخار و تعظیم ہوتے ہیں۔ بلکہ عوام الناس کے لئے بھی نعمت غیر مترقبہ کا درجہ رکھتے ہیں، ''خیابانِ ارم'' بھی ایک اسی قسم کا دیوان ہے جس کے ایک ایک لفظ سے حب رسول کی شعاعیں مترشح ہوکر صدیوں تک دلوں کو منور کرتی رہیں گی۔ اس دیوان کے کلام کی ندرت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ اس کے ایک ایک مصرعہ کی بے ساختگی سننے یا پڑھنے والے کے احساس کو بندۂ بے دام بنا کر الفاظ کے معنوں کی حلاوتوں میں گم کر دیتی ہے۔ کہتے ہیں:

آپؐ پر مرنا حیات جاوداں ٹھہرا تو پھر
حاصل ایمان ٹھہری ہے محبت آپؐ کی

صرف حب رسولؐ کام آیا
کام آئی کہاں کوئی نیکی

حامدؔ امروہوی کے اشعار کی مقبولیت دقیق اور سخت قسم کی ردیفوں، پرشکوہ انداز بیان شوکت الفاظ، خوبصورت ترکیبوں، نادر استعاروں اور انوکھی تشبیہوں کی مرہونِ منّت نہیں ہے بلکہ ان کے کلام کی سادگی، بے ساختگی اور عشق رسول میں وارفتگی ہے جو سننے والوں کے احساس کے ان گوشوں کو جھنجھوڑنے لگتی ہے جہاں سے آنسوؤں کو آنکھوں میں نچوڑا جاتا ہے۔ سادگی ملاحظہ فرمایئے:

آن تو دیکھیں، شان تو دیکھیں، دنیا والے آئیں تو
جیسے انوکھے میرے نبی ہیں، ایسا کوئی دکھلائیں تو

کہا جاتا ہے کہ شکستہ دل شاعر دنیا میں کامیاب شاعر ہوئے ہیں، دنیوی طور پر

زلف و رخسار کے عشق میں دلوں کو تڑکانے سے جو تڑپ اشعار کی صورت میں ظاہر ہوئی اس نے دنیا میں ان شاعروں کو خوب شہرت بخشی مگر اس تڑپ کی اثر پذیری کا اندازہ لگائیں جو عشق نبی کے غم میں دل کے ٹوٹنے سے وجود میں آتی ہے۔ ایسی تڑپ کے زیر اثر جو کلام وجود میں آتا ہے وہ لاہوتی اثرات کا حامل ہو کر رہ جاتا ہے اور اسی قسم کے کلام کو الہامی کلام کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ کچھ اسی قسم کا لاہوتی اور الہامی کلام خیابان ارم کا ہے۔ کہتے ہیں:

لب پہ جب انؐ کی نعت ہوتی ہے
وجد میں کائنات ہوتی ہے

والد نعت لکھا کرتے تھے میں بھی ہوں مداحِ نبیؐ
حامدؔ مرے گھر میں اُجالا کل بھی تھا آج بھی ہے

حامدؔ امروہی صاحب کے دل کو جہاں عشق رسول کی دھیمی دھیمی آنچ نے خلوص اور اور جذبہ سے نوازا، وہاں ان کے صحیح عقائد دینی نے ان کے جذبات کے بے لگام ہو کر غلو کی حدود میں داخل ہونے سے مانع رکھا۔ ان دونوں کی آمیزش نے ان کے کلام میں ایسی طاقتور سادگی بخشی جو اپنے معنوی حسن سے دلوں کو مسخر کر لینے والی تاثیر سے مزین ہوتی ہے:

خدا یکتا ہے تو محبوب اس کا کیوں نہ یکتا ہو
کوئی ان سا ہوا ہے اور نہ ہوگا بزم امکاں میں

کلام کے عام طور پر دو جزو ہوتے ہیں ایک فکر دوسرا فن شاعر جن موضوعات کو اشعار کے قالب میں ڈھالتا ہے اس کو اس کی فکر کہتے ہیں اور پھر وہ اس فکر کو کس انداز میں شعر کے قالب میں ڈھالتا ہے اس کو اس کے فن سے موسوم کہا جاتا ہے۔ فنی نقطہ نظر سے حامد امروہوی صاحب کا کلام نقش مضمون کے اعتبار سے قابل تعریف ہے اور فکری اعتبار سے ان کے موضوعات کی آخری منزل آستانہ رسالت ہی ہوتی ہے اور جس کی منزل اس قدر پر شکوہ ہو اس کی عظمت کا اندازہ کرنا بھی عقل انسانی کے بس میں نہیں۔



امریکن اردو رائٹرس سوسائٹی کا تاعمر ادبی خدمات کا اعزازی ایوارڈ، ۱۰ رمئی ۲۰۰۲ء

بات جنت کی جب کسی نے کی
ہم کو یاد آگئی مدینہ کی

مدحت نبیؐ کا عمل اس قدر نازک اور پیچیدہ ہے کہ اگر اس کو تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف کہا جائے بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ اس میں اگر سرمو تجاوز ہو جائے تو صفات یزدی سے ہمکنار ہونے کا خوف لاحق ہوتا ہے تو اگر اس میں زرا سی بھی لغزش ہو جائے تو، توہین بارگاہ رسالت کی 'علت' میں دنیا و آخرت دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھنے کا خدشہ درپیش ہو جاتا ہے۔ حامد امروہوی صاحب نے حمد و نعت دونوں کو ان کے حقوق کے مطابق لکھنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہی ان کے فن کا کمال ہے۔ الغرض حامدؔ امروہوی صاحب عشق رسول میں اس قدر آگے نکل گئے ہیں کہ ان کے عشق کی صداقت اس شعر یعنی:

پروانہ کو چراغ تو بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسولؐ بس

کے پیکر میں ڈھل کر رہ گئی ہے۔

مسز مظہر فاطمہ احمد مظہر

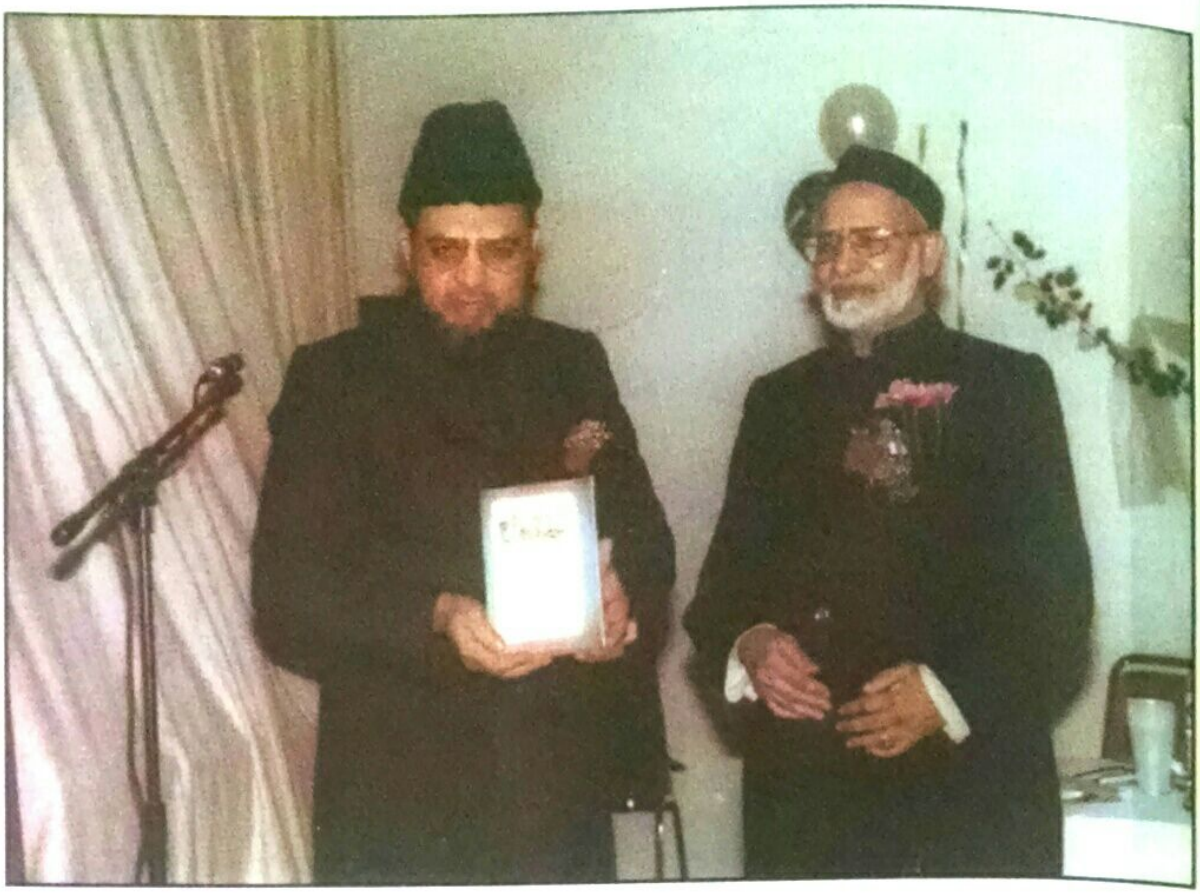
''خیابانِ ارم'' رسم اجراء

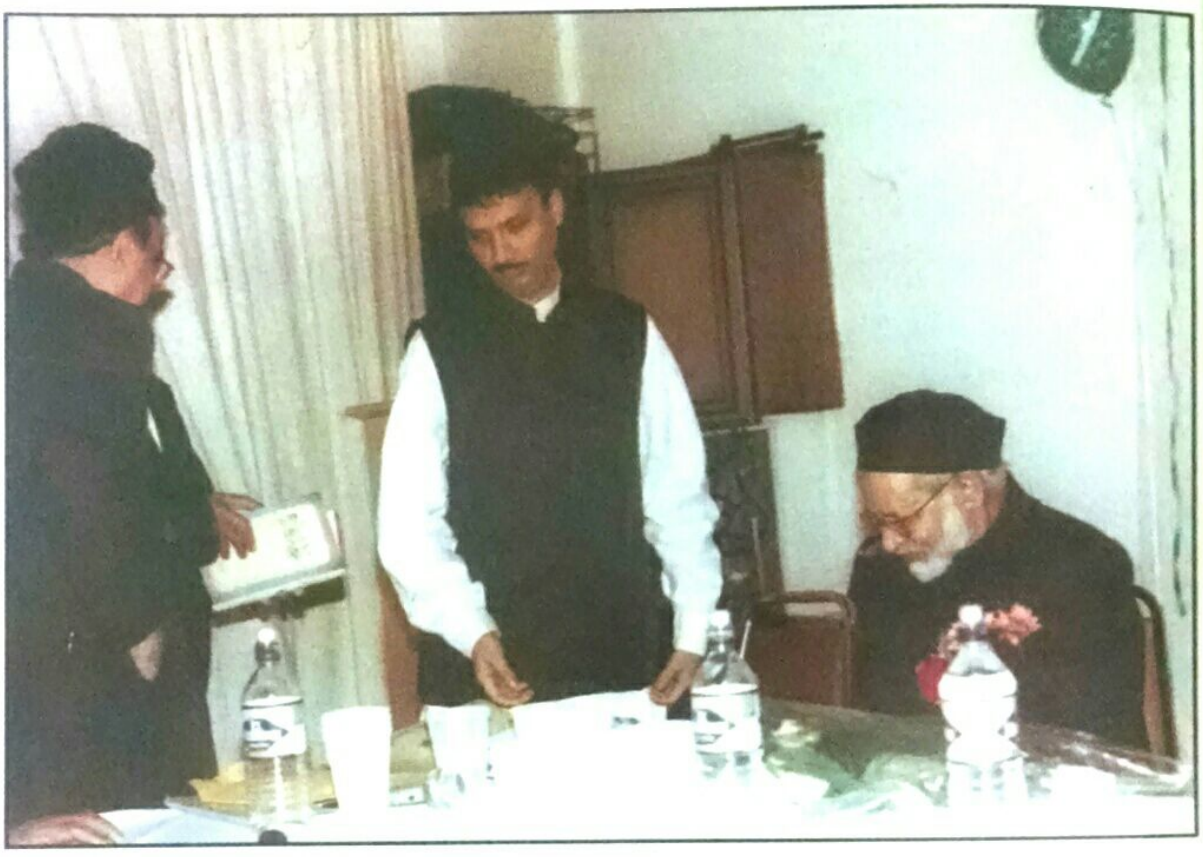
عطا اسلاف کا جذب دروں کر　　شریک زمرہ لا یحزنون کر
فرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں　　میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر
اقبال

شروع کرتی ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا رحمٰن اور رحم والا ہے اور بعد درود سلام حضور اکرمؐ سرور کائنات کی بارگاہِ عالیہ میں۔

انسان نسیاں کا پُتلا ہے اور اس کی روح میں۔ راکھ کے ڈھیر تلے چھپی ایمان کی ازلی چنگاری کو شعلہ بنانے والی ذات سرورِ کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ جنھوں نے ہمیں نہ صرف آداب بندگی سے روشناس کیا بلکہ آداب زندگی بھی سکھائے۔ اللہ تعالیٰ سے محمدؐ کے برابر کسی نے محبت نہ کی اور تاریخ گواہ ہے کہ کسی اُمت کو اپنے نبی سے ایسا عشق کرنے کا شرف حاصل نہ ہوا جیسا کہ رسولؐ اکرم سے رسولؐ اکرم کی امت کو۔ یہ بھی ان کاؐ ہی عطیہ ہے۔

عاشق چاہے موسیٰ علیہ السلام کا چرواہا ہو یا عصر جدید کا کیمیا گر، اس کا دل و دماغ اپنے محبوب کے تصور میں گم رہتا ہے۔ اس محبوب ہستی کی بارگاہ کے ارد گرد منڈلاتا ہے۔ وہ عالم خیال میں وہاں کے گلی کوچوں میں کھو جاتا ہے، جہاں کا ذرّہ ذرّہ پرنور ہے جس کی خاک صندل اور خار گلزار ہیں وہ ملتجی ہوتا ہے طیبہ جانے والوں کے، ''بہ عجز و احترام میرا سلام پہونچا دینا'' ہواؤں سے التجا کرتا ہے اگر تمہارا گذر ہو تو جو تو نے دیکھی ہے حالت تمام کہہ دینا۔ مدینے والے سے میرا سلام کہہ دینا۔ ان ہی عاشقانِ نبی اور سردارِ دو عالم





حامدؔ امروہوی کے مجموعہ کلام 'خیابانِ ارم' کا اجراء

سے محبت کرنے والوں میں ایک نام آتا ہے برادرِ محترم حامد حسین حامدؔ امروہوی کا۔

بعض بزرگانِ دین کا خیال ہے کہ ادب اور خدمت کو اختیار کرنا، ولایت حاصل کرنا ہے۔ اگر ادب ترجمان عقل ہے اور چراغ عقل صداقت کے تیل سے منور ہو تو اس روشنی کا کیا کہنا۔ بھائی حامد ادب اور تواضع کی تصویر ہیں۔ ایک سلسلہ ایک کڑی ہیں جو پرانی قدروں کو نئی صدی سے جوڑتا ہے۔ شمالی امریکہ میں نعت گوئی اور حمد خوانی کو فروغ دینے والی شخصیت ہیں۔ ورثہ میں آپ نہ صرف محبت و خلوص کی دولت سے مالا مال ہوئے ہیں بلکہ حبِّ رسولؐ کا بے گراں خزانہ بھی پایا ہے۔ جو آپ کے مرحوم والد محترم کے گھرانے کی جان تھی آنکھ کھلی، نظر سنبھلی، عقل باشعور ہوئی تو حمد خوانی اور نعت گوئی کے آنگن میں وہ آنگن جو ''مدحت کے پھول'' سے کل مہکتا تھا آج بھی خوشبو پذیر ہے۔

آپ کا نعتیہ کلام ادبی لطافتوں، نزاکتوں اور سلاست و روانی کا مجموعہ ہے۔ آپ اپنے کلام سے تزکیہ نفس، کار خیر، عبادت الٰہی اور عشق نبی کی دعوت دیتے ہیں۔ بھائی حامد ان انسانیت نواز روایات سے تعلق رکھتے ہیں جو ہزار ہا سال سے امروہہ کی سرزمین کا حصہ ہیں۔ ایک دردمند حساس اور لطیف روح رکھتے ہیں۔ آپ کا کلام لفظی طلسم بندیوں کا نمونہ نہیں۔ بلکہ ان کی سیدھی سادھی صاف ستھری زندگی کا آئینہ دار ہے۔ ان کے نعتیہ کلام میں عقیدت احترام ہے، محبت اور خلوص ہے، نیاز مندی ہ جو حتی الامکان حد سے تجاوز کرنے سے گریز کرتی ہے۔ سادہ سلیس زبان میں اپنے جذبات، احساسات کو احمد مختار کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

مولانا الطاف حسین حالیؔ نے کہا تھا ''سادگی سے مراد ہے کہ شعر پڑھنے اور سننے والے کو ایسی ہموار اور صاف سڑک ملنی چاہئے جس پر وہ آرام سے چلا جائے۔'' انگریز شاعر ملٹن نے کہا ہے کہ ''شعر کی خوبی یہ ہے کہ سادہ ہو جوش سے بھرا ہوا ہو اور اصلیت پر مبنی ہو۔''

یہی وہ چیز ہے جو بھائی حامد کے کلام میں ہے۔ ان کے دل میں اہل بصیرت کی عظمت کا احساس ہے۔ احتراماً سر جھکانے کا سلیقہ ہے جو دل کو چھو لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ بھائی حامدؔ کے ہر شعر کو شرف قبولیت بخشے اور یہ

مدحت کے پھول'' اور ان کے آنگن کے پھول ہمیشہ سرسبز و شاداب رہیں اور اپنی خوشبو سے غلامان نبی، عاشقانِ نبی کی روح کو معطر کرتے رہیں۔

میں نے اپنے اظہارِ خیال کے لئے حامد امروہوی کے کلام سے کوئی شعر قصداً اور عمداً نہیں چنا کیونکہ میرے نزدیک ان کا ہر شعر ایمان دروں، خدا اور رسول کی محبت کا آئینہ ہے دوسرے یہ کہ میں چاہتی ہوں کہ آپ سب 'خیابان ارم' اور 'مدحت کے پھولوں سے معطر اور مستفید ہوں۔ زیادتی ہوگی اگر میں بہن سردار خانم مخفی کا ذکر نہ کروں جو کہ نہ صرف شریک حیات ہیں بلکہ اس شعری سفر کی شریک بھی ہیں خود بھی شاعرہ ہیں اور اپنی محبت اور خدمت سے بھائی حامد کی زندگی میں سکون کی حامل ہیں اور اس چمن کی آبیاری اور باغبانی بھی کرتی ہیں۔ جن کے لئے حامد صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ''وہ ڈاکٹر عابداللہ غازی کے اس شعر کی تفسیر نظر آتی ہیں:

اس نے عابد مجھ کو دیکھا ہے کچھ اس انداز سے
جیسے کہتے ہوں کہ تجھ سے عشق فرماتے ہیں ہم

''خیابانِ ارم' کی رسم اجراء پر میری دلی مبارکباد بھائی حامد اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے نبیؐ سے ایسی ہی محبت نصیب کرے آمین

ایک شعر آنحضرتؐ سے منسوب کرتے ہوئے بھائی حامد کی نظر ہے۔

ریشہ ریشہ بس گیا عشق نبیؐ
اس فقیری میں ملی شاہی مجھے
(مظہر)

امین حیدر
شکاگو

خیابانِ اِرم

امریکہ میں ایک وقت ایسا بھی تھا کہ جب کسی ہم زبان کا نظر آجانا ہی ایک تقریب ہوجانے کے مترادف تھا۔

وقت گذارنے کے ساتھ ساتھ اُردو زبان بولنے والوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔تعداد بڑھنے کا فطری اثر یہ ہوا کہ پھر لوگ ہم خیال گروپوں میں تقسیم ہونے لگے۔

انھیں ہم خیال گروپوں میں ایک گروپ اُن افراد کا بھی بنا جو ہم زبان ہونے کے ساتھ ساتھ اردو ادب سے دلچسپی رکھتے تھے۔

ان ہم خیال و ہم زبان لوگوں کے ایک جگہ جمع ہونے سے ایک فائدہ یہ ہوا کہ زبان خوب چلنے لگی۔اور یہ اتنی چلی کہ کچھ افراد نے اسے تحریر بھی کرنا شروع کردیا۔

اور جب زبان زیرِتحریر آجائے تو اس کی تدوین کی بھی ضرورت پیش آنے لگتی ہے۔

ایک ایسی ہی تدوین شدہ تحریر کے شاہد ہونے کے لیے ہم سب آج یہاں جمع ہوئے ہیں۔

امریکہ میں اب تک مدون کتابوں میں شاعری کو ایک مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔

شاعری ایک ایسا فن ہے جو ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔

شاید اسی لئے میر صاحب فرماتے ہیں:

مصرع کبھو کبھو کوئی موزوں کروں ہوں میں
کس خوش سلیقگی سے جگر خوں کروں ہوں میں

شاعری میں نعت گوئی ایک مشکل صنف ہے۔ کیوں کہ اس میں حد سے گذر جانے کو دل چاہتا ہے مگر اس کی پابندی ہے۔ دوسری طرف اس میں نیچے بھی نہیں اترا جاسکتا کیونکہ وہ تنقیص ہے۔ خواجہ ریاض الدین عطشؔ مرحوم اس دِقّت کو ایک جگہ یوں بیان کرتے ہیں کہ اس میں دونوں جانب حد بندی ہے نعت گوئی تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے۔

حامدؔ امروہوی صاحب ایک ایسے ہی خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں جنھوں نے اپنی زندگی کا مقصد اس تلوار کی دھار پر چلنا بنالیا ہے۔ اِنھوں نے اپنی عمر حمد و نعت لکھنے اور پڑھنے میں گذار دی۔ ان کے وطن مولوف یعنی آبائی گھر میں پچھلے 80 سالوں سے بلا ناغہ ہر جمعہ کو محفل نعت منعقد ہوتی ہے۔ جو ایک رکارڈ ہے۔

رسول مقبولؐ سے محبت کا یہ عالم ہے کہ انھوں نے اپنے گھر کا نام تک نعت کدہ رکھا ہے۔ یہ شعر شائد آپ ہی کے لئے کہا گیا ہے:

میرے ہاتھوں سے اور میرے ہونٹوں سے خوشبوئیں جاتی نہیں
میں نے اِسمِ محمد کو لکھا بہت اور چوما بہت

یوں تو بیشتر شعراء ایسے ہیں جنھوں نے حمد اور نعت ضرور کہی ہے مگر ایسے شعراء کی تعداد کم ہے جنھوں نے حمد اور نعت ہی کو اپنی شاعری کا مرکز بنایا ہے۔ حامدؔ امروہی صاحب ان چند افراد میں سے ایک ہیں۔

ابھی ان کے پہلے مجموعے نعت ''مدحت کے پھول'' کی تازگی باقی ہی ہے کہ اُن کا دوسرا مجموعہ آج ہمارے سامنے ہے جس کا نام انھوں نے خیابان ارم رکھا ہے۔ نعتوں کے اس خوبصورت مجموعے کا نام ہی خوبصورت نہیں ہے۔ اس کا گیٹ اَپ سرورق، کتابت اور چھپائی بھی بہت عمدہ ہے۔ اور پھر کلام سبحان اللہ۔

حامدؔ امروہوی صاحب کی وجہ سے شکاگو میں نعت گوئی کو فروغ ملا ہے آپ کا نعت پڑھنے کا انداز بھی خوبصورت ہے۔

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ اُن کا شاعری کا مرکز محبت رسول مقبولؐ ہے۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ وہ عام بات کرتے ہوتے بھی اُس محبت سے جدا نہیں ہوتے۔

مثلاً کہیں اپنے ایمان کی حیثیت کو یوں بیان کرتے ہیں۔

میرے ایمان کی حامد ہے حقیقت اتنی
جان و دل اُن پر لٹانا مرے ایمان میں ہے

تو اس طرح دُعا گو بھی ہیں:

زندگی کا فقط سوال نہیں
موت بھی چاہئے مدینے کی

اس نعت میں اپنے خوف کو یوں بیاں کرتے ہیں:

ایسے ویسوں کی ناخدائی ہے
اے خدا خیر ہو سفینے کی

ایک جگہ اپنی محتاجگی کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں کہ:

جو کچھ ملے، ملے وہ تری بارگاہ سے
احسان غیر کا نہ اٹھاؤں خدا کرے

کبھی آپ فکر کی دعوت دیتے ہیں:

ہر اک نقش قدم میرے نبیؐ کا
شعور و آگہی کا آئینہ ہے

تو کبھی اپنی خواہشوں میں اس طرح بے قابو ہو جاتے ہیں:

اظہارِ آرزو کا سلیقہ نصیب ہو
آقا بلالؓ کا لب و لہجہ نصیب ہو

اس مجموعے میں منقبتیں، اور سلام بھی نظر آتے ہیں۔ کہیں کہیں شادی کے

موقعوں پر کہے ہوئے اشعار بھی نظر آتے ہیں تو کچھ شخصیات کی توصیف بھی کرتے نظر آتے ہیں۔

ان سب کے باوجود اس کتاب کی مرکزیت حمد و نعت ہی ہے۔ حامدؔ امروہوی صاحب کا اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، سانس لینا سب اس مرکز کے گرد گھومتے ہیں:

جو نام اپنا حامدؔ اُلٹ کر لکھا
تو مداح خیر اوراً ہو گیا

خلیل الزماں خاں
شکاگو

حامدؔ امروہوی کے نئے مجموعہ کلام ''خیابان ارم'' کا اجرا

نعت گوئی کوئی عام صنف سخن نہیں ہے۔ لفظوں کے کسی بھی مجموعے اور ترکیب کو ہم نعت نہیں کہہ سکتے۔ نعت کہنے کے لئے میرے نزدیک الفاظ کا باوضو ہونا اور جذبوں کو غسل ادب دینا بہت ضروری ہے۔ اس کے بعد ہی ایک نعت کہی جاسکتی ہے۔ جس کا دل عشق رسول اللہ ﷺ کی آگ میں تپا ہوا نہ ہو اور پگھلا نہ ہو اور جس کی آنکھیں ہجر نبی ﷺ میں اشکبار نہ ہوئی ہوں وہ نعت نہیں لکھ سکتا اور اسی لئے آپ اجازت دیں تو میں یہ بات بھی کہنا چاہوں گا کہ دیار نبی ﷺ سے فراق جتنا زیادہ رہا ہے اتنی ہی اچھی نعتیں کہی گئی ہیں۔ ان خیالات کا اظہار اردو ادب کے استاد پروفیسر اختر الواسع نے اُردو گھر نئی دہلی میں حامد امروہوی کے تازہ مجموعہ کلام ''خیابان ارم'' کی تقریب رونمائی میں کیا۔ اس تقریب کا اہتمام بابا فرید ایجوکیشنل سوسائٹی امروہہ اور انجمن ترقی اردو ہند نے کیا تھا۔ تقریب کی صدارت پروفیسر جگن ناتھ آزادؔ نے کی اور نظامت کے فرائض جناب ابوالفیض سحرؔ نے انجام دیئے کتاب کی رونمائی حضرت خواجہ حسنؔ ثانی نظامی کے ہاتھوں سے ہوئی۔ پروفیسر نثار احمد فاروقی صاحب نے حامدؔ امروہوی کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ یہ امروہہ کے ایک علمی ادبی اور مذہبی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں ان کے والد حافظ عبدالرؤف بڑے مفتی، پرہیز گار اور دیندار انسان تھے۔ وہ بہت اچھے نعت گو شاعر تھے۔ حامدؔ بھائی کے بڑے بھائی سیفیؔ امروہوی اور چھوٹے بھائی ساجدؔ امروہوی بھی صاحب دیوان شاعر ہیں۔ حامدؔ امروہوی کی اہلیہ بھی بہت اچھی شاعرہ ہیں جن کا کلام متعدد پرچوں میں شائع ہوتا ہے۔ اظہار خیال کرنے والے پروفیسر نثار احمد فاروقی۔ ڈاکٹر خلیق انجم،

پروفیسر اختر الواسع، وقار مانوی، ڈاکٹر تابش مہدی، ڈاکٹر نفیس حسن، جناب سیّد شریف الحسن نقوی، ڈاکٹر تنویر احمد علوی، جناب متین امروہوی، جناب خواجہ حسن ثانی نظامی شامل تھے۔ جناب حامد امروہوی نے ایک نعت پیش کی جس کو بہت پسند کیا گیا۔ پروفیسر جگن ناتھ آزاد نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ حامد امروہوی ایک بہت ہی اچھے نعت گو شاعر ہیں۔ نعت گوئی کے لئے محبت، عقیدت اور خود سپردگی بنیادی شرائط ہیں اور حامد امروہوی کی نعتیں ان شرائط پر پوری اترتی ہیں۔

''بزم سخن'' کے زیر اہتمام امریکہ کی سرزمین پر شکاگو کے مضافاتی شہر گلینڈیل ہائیٹ کے ایک چرچ کے خوبصورت ہال میں ''خیابان ارم'' کی رونمائی کا جلسہ منعقد ہوا۔ 9:30 بجے بزم مقالات کے ناظم جناب احمد عبدالحکیم نے نظامت کے فرائض سنبھال لئے بزم کی صدارت کے لئے حضرت حنیف اخگر ملیح آبادی سے درخواست کی جو اپنی علالت کے باوجود اس تقریب میں شرکت کے لئے نیویارک سے تشریف لائے تھے اس نشست کے مہمان خصوصی جناب ڈاکٹر عابداللہ غازی اور جناب حسن چشتی تھے۔ کتاب کی رونمائی جناب محترم قاضی افضل بیابانی نے کی۔ نوعمر قاری حافظ شکیب بیابانی کی قرأت سے نشست کا آغاز ہوا۔ ناظم جلسہ کی درخواست پر حامد امروہوی نے حمد باری تعالیٰ اپنے مخصوص انداز میں پیش کی۔ جناب احمد عبدالحکیم نے دو شعر موقع کی مناسبت سے پیش کر کے داد حاصل کی:

یہاں کی سرزمین اسلام کو کیا راس آئی ہے
بہارِ جانفزا وصف نبیؐ کے گیت گائی ہے

یہ مدحِ مصطفیٰ کون و مکاں کی کب رہی پابند
کلیسا میں بھی ہم نے نعت کی محفل سجائی ہے

اس نشست کے سب سے پہلے مقرر جناب امین حیدر نے حامد امروہوی کے خاندانی پس منظر پر نظر ڈالتے ہوئے کہا کہ نعت گوئی تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف

ہے اور حامدؔ امروہوی ایسے ہی خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں جنھوں نے اپنی زندگی کا مقصد ہی اس تلوار کی دھار پر چلنا بنا لیا ہے۔ محترمہ مظہر حامد صاحبہ سے درخواست کی گئی انھوں نے کہا کہ ابھی فضائیں مدحت کے پھولوں کی مہک سے معطر تھیں اور اب ''خیابان ارم'' عشق رسول ﷺ سے دلوں کو گرما رہا ہے۔

بزم سخن کے ناظم اعلیٰ جناب رشید شیخ نے حامدؔ امروہوی کو منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔

ہیں نبیؐ کے عشق میں ڈوبے ہوئے اشعار حامدؔ
نعت گوئی کے گھرانے کی یہ برکت اور کرم ہے

ان کی نعتوں کے مجموعے ادب کا اک چمن ہیں
''پھول مدحت کے جہاں ہیں اور خیابان ارم ہے

جناب حسیب بیگ نے اپنے مخصوص ترنم سے حامدؔ امروہوی کی نعت پیش کی جس کا مطلع تھا:

مجھ کو جنت چاہئے ہاں مجھ کو جنت چاہئے
چاہئے جنت مگر اُنؐ کی بدولت چاہئے

جناب زین العابدین حسن عرف ابن بطوطہ ثانی نے بڑی ہی حسین نثر میں حامدؔ امروہوی کا خاکہ پیش کیا۔ مشہور افسانہ و ناول نگار اور مایہ ناز شاعرہ محترمہ رضیہ فصیح احمد نے حامدؔ امروہوی اور ان کی اہلیہ محترمہ کو ان کی ادبی خدمات اور کتاب کی اشاعت پر مبارک باد دی۔

ڈاکٹر مجاہد غازی نے کہا کہ حامدؔ صاحب ایسے سایہ دار درخت ہیں جس کی چھاؤں میں ہم ٹھنڈک پاتے ہیں۔

شکاگو کے مشہور نعت خواں جناب سید صلاح الدین سکندرؔ نے حامدؔ امروہوی کی ایک نعت اپنے خوبصورت انداز میں پیش کر کے سامعین کو محظوظ کیا۔ مشہور استاد شاعر

ڈاکٹر توفیق انصاری احمد نے اپنے مقابلے میں کہا کہ ''خیابان ارم'' بہر صورت ظاہری و باطنی خوبیوں سے بھرپور ایک عمدہ کتاب ہے۔

نعت کی دنیا میں محترمہ ام حبیبہ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں وہ برصغیر کی ممتاز ترین نعت خواں ہیں ان کو اللہ نے بے پناہ پرسوز ترنم سے نوازا ہے اس سال پاکستان میں ان کو صدارتی ایوارڈ دیا گیا ہے جس کی وہ بجا طور پر حق دار ہیں۔ انھوں نے درود وسلام کے بعد جناب حامد امروہوی کی نعت پڑھ کر عاشقانِ رسول اللہ ﷺ کے قلوب کو گرما دیا۔

محترم قاضی محمد افضل بیابانی نے ''عشقِ رسول ﷺ'' اور مسلمان کے عنوان پر بصیرت افروز تقریر فرماتے ہوئے کہا کہ ہمیں حامد صاحب کے اس جذبے کی قدر کرنی چاہئے جس کی بنا پر ''مدحت کے پھول'' اور ''خیابانِ ارم'' جیسی کتابوں کی تصنیف ہوئی۔

مشہور بزرگ شاعرہ محترمہ نسیمہ کلثوم صاحبہ نے کہا کہ حامد امروہوی فطری شاعر ہیں جن کے کلام میں آورد کا شائبہ بھی نہیں بس آمد ہی آمد ہے ان کا دل عشق نبی ﷺ کی دولت سے مالا مال ہے۔ استاد اور قابل احترام بزرگ شاعر حضرت نیاز گلبرگوی نے حامد امروہوی کے کلام کی فنی خوبیوں پر نظر ڈالی۔

تقاریر کے دوران کتاب کی رسم اجراء جناب محترم قاضی افضل بیابانی کے ہاتھوں عمل میں آئی اور مشہور صحافی اور ممتاز ادبی کارکن جناب حسن چشتی نے حامد امروہوی اور ان کے اہل خانہ کو کتاب کی اشاعت پر مبارک باد دی اور جناب حامد امروہوی کی شال پوشی کی۔

جناب سیّد حنیفِ اخگر نے اپنی صدارتی تقریر میں حُبِّ رسول ﷺ پر عالمانہ تقریر فرمائی اور عمل صالح پر زور دیا انھوں نے حامد صاحب کے کلام کو سراہا مبارک باد دی۔

اس کے بعد ایک طرحی نعتیہ مشاعرہ حضرت نیاز گلبرگوی کی صدارت اور جناب نذر نقوی کی نظامت میں ہوا جس میں شکاگو کے تقریباً 30 شعراء نے حصہ لیا یہ جلسہ چار بجے صبح تک چلتا رہا۔

رحمان ساز
لاس انجلس

''خیابانِ ارم''

'خیابانِ ارم' زبان سیدھی سادی، پُراثر اور دل میں اُتر جانے والی ہے۔ شاید ہی شعر کی تعریف (Definition) بھی ہے۔ کلام کو تصوف سے ثقیل کرنے کی بجائے روز مرہ کے جذبات سے جاذب کر دیا ہے۔ خدا، رسولؐ کی تعریف اگر سیدھی سادی عام فہم زبان میں کی جائے تو پُر اثر ہوتی ہے اور یوں لگتا ہے کہ بات دل سے نکل رہی ہے اور دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ اس قدر حمد، نعت کی ''رسائی'' کم شاعروں کو نصیب ہوئی ہے:

دل میں جب تک تڑپ نہیں ہوتی
رنگ لاتی نہیں منا جاتیں

حامد امروہوی

'خیابانِ ارم' کے بحرالعلوم سے کئی صدف میں نے ڈرتے ڈرتے کچھ اپنے لیے چن لیے ہیں کہیں طمع کا الزام نہ لگ جائے۔ یہ بیش بہا گوہر مندرجہ ذیل ہیں:

چاہے وہ دولت دُنیا ہو کہ ہو دولت دیں
جو بھی ملتا ہے وہ ملتا ہے بدولت تیری

خود سے جو آشنا نہیں ہوتا
اُس کا دل حق نما نہیں ہوتا

حشر کی بھیڑ میں نہ کھو جاؤں
رہ برِ کارواں سلامٌ علیک

مجھ کو کیا غم ہو بھلا بے سروسامانی کا
عشقِ سرکارِ دو عالم سروسامان میں ہے

جذبۂ عشق شہِ دیںؐ تجھے اللہ رکھے
تجھ سے رونق میرے کاشانۂ ایمان میں ہے

سرفروشی کی تمنا نہ محبت نہ خلوص
کون سی بات وہ پہلے سی مسلمان میں ہے

جو کتاب آئی ہے دُنیا کی ہدایت کے لئے
ہائے وہ طاق پہ رکھی ہوئی جزدان میں ہے

گناہوں کی تو مرے حد ہے لیکن
کرم کا اُس کے اندازہ نہیں ہے

ہمارے عشق کا اعجاز دیکھو
اُسے چاہا جسے دیکھا نہیں ہے

جس کو بھی جتنا حسن ملا کائنات میں
اُن کی نگاہِ ناز کا صدقہ کہا گیا

اشکوں سے کام لینے کو آدابِ عشق میں
اظہارِ آرزو کا سلیقہ کہا گیا

اپنی آنکھیں جو کام کی ہوتیں
اُن کے جلوؤں میں کھو گئے ہوتے

جس کو کہتے ہیں حشر سامانی
جنبشِ چشم فتنہ گر میں ہے

دل نے چاہا جسے نظر میں ہے
بات گھر کی تھی بات گھر میں ہے

لگا رکھا ہے اُن کے درد کی دولت کو سینے سے
یہ سب سے قیمتی شے ہے، ہمارے ساز و ساماں میں

دل میں جب تک تڑپ نہیں ہوتی
رنگ لاتی نہیں مناجاتیں

جامِ کوثر پہ جاکے ختم ہوئی
بات اک دن چلی تھی پینے کی

کچھ تو بتا صبا مرے آقا نے کیا کہا
جب تو نے اُن سے حالِ دلِ مبتلا کہا

بہکا دیا خرد نے تو بس کہہ دیا بشر
کی رہبری جنوں نے تو نورِ خدا کہا

پا شکستہ ہوں میں، لیکن یہ مرا جذبہ دل
قافلے والوں سے آگے لئے جاتا ہے مجھے

قاصد کو کیوں شریک غم دل بناؤں میں
خود اُن کو حال دل کا سناؤں خدا کرے

ایک ہم ہی نہیں اُن کے جلوؤں کے تمنائی
خالق بھی ہے خود اپنی تخلیق کا شیدائی

والدؒ نعت لکھا کرتے تھے، میں بھی ہوں مداحِ نبیؐ
حامدؔ میرے گھر میں اُجالا، کل بھی تھا اور آج بھی ہے

ساقیٔ کوثرؐ کا صدقہ بٹ رہا ہے مے کشو
آج مے خانہ میں سنتے ہیں کہ اذنِ عام ہے

ایک دن اُن کو گلستاں میں ہنسی آئی تھی
آ گیا غنچوں کو اُس روز سے خنداں ہونا

کتاب میں نے بغور پڑھی اور اپنے دلی جذبات کو آپ پر آشکار کیا ہوں۔ آپ کا نذرانہ خیابان ارم اردو کلچرل سوسائٹی کی غالب اردو لائبریری کی زینت ہے۔ اور اس لائبریری کے ممبران اِس سے مستفید ہوں گے۔

آخر میں اِس شعر پر اکتفا کروں گا جو آپ کی صحیح نمائندگی کرتا ہے:

نیا انداز، نیا طرزِ بیاں رکھتا ہے
اپنے منہ میں وہ اُجالوں کی زباں رکھتا ہے
(حامدؔ امروہوی)

نسیمہ کلثوم نسیم

حامد امروہوی

''خیابانِ ارم'' کی روشنی میں

آج کا دن بڑی خوشی کا دن ہے کہ جناب حامدؔ امروہوی کے پہلے نعتیہ مجموعۂ کلام ''مدحت کے پھول'' کے بعد دوسرے مجموعے ''خیابان ارم'' کی رسم اجرا منائی جارہی ہے۔ امروہہ بڑا مردم خیز خطّہ ہے جہاں سے اُردو ادب کی بڑی بڑی شخصیتوں نے جنم لیا اور حامدؔ امروہوی کا تعلق بھی امروہے کے ادبی خانوادے سے ہے۔ آپ کے والد محترم جناب رؤفؔ امروہوی بھی بلند پایہ نعت گو شاعر تھے، آپ کے برادر بزرگ جناب احمد حسین سیفیؔ بھی اور برادر خورد جناب ساجد حسین ساجدؔ بھی نعت گو شاعر ہیں۔ جناب ساجدؔ کا مجموعۂ کلام ''راز بخشش'' حامدؔ امروہوی کی مہربانی سے مجھے ملا جسے پڑھ کر طبیعت خوش ہوگئی۔ جناب حامدؔ امروہوی کا کہنا ہے کہ ان کے قبلہ والد صاحب مرحوم ۷۵ سال تک ہر ہفتہ بعد نماز جمعہ نعت خوانی کی محافل منعقد کرتے رہے اور ان کی اولاد نے یہ سلسلہ اب بھی جاری رکھا ہوا ہے۔

لوگوں کا کہنا ہے کہ حامدؔ امروہوی کو نعت گوئی کی صفت وراثت اور ماحول سے ملی مگر میں سمجھتی ہوئی کہ وراثت و ماحول نعت گو شاعر تو پیدا کرسکتا ہے مگر حامدؔ امروہوی نہیں۔ حامدؔ امروہوی فطری شاعر ہیں جن کے کلام میں آورد کا شائبہ بھی نہیں بس آمد ہی ہے۔ ان کا دل عشق نبی کی دولت سے مالا مال ہے، خوش فکر، خوش گو خوش بیان ہیں۔ ان کی شاعری میں آہنگ ہے اور جب یہ حقیقی جذبات سے مغلوب ہوکر عشق نبی میں ڈوبے ہوئے اپنے جذبات و خیالات کو اشعار کے سانچے میں ڈھال دیتے ہیں تو اس کا تاثر معلوم۔ حامدؔ امروہوی خود اپنے ایک شعر میں بیان کرتے ہیں۔ شعر:

دل میں جب تک تڑپ نہیں ہوتی
رنگ لاتی نہیں منا جاتیں

یہ حقیقت ہے کہ ان کے سچے جذبات میں ڈوبی ہوئی نعتوں کا ایک ایک شعر دل کے حساس تاروں کو چھو لینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ نعت سناتے ہوئے خود ان کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ کہتے ہیں۔ شعر:

لب پہ جب انؐ کی نعت ہوتی ہے
وجد میں کائنات ہوتی ہے

جناب حامدؔ امروہوی وجد میں آکر اپنے خوبصورت ترنم کے ساتھ جب وہ نعت پڑھتے ہیں۔ جس کا مطلع ہے:

یاسیں کہا گیا کبھی طٰہٰؐ کہا گیا
آقا کو میرے پیار سے کیا کیا کہا گیا

یقین مانئے میری کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ سنائے جائیں اور میں سنے جاؤں اس وقت میرا نہ صرف قلب سرور نشاط حاصل کرتا ہے بلکہ روح تک سرشار ہو جاتی ہے۔

کہا جاتا ہے نعت گوئی اصناف سخن کی مشکل ترین صنف ہے۔ اور یہ درست بھی ہے۔

کیونکہ عشق رسول میں ڈوب کر حضور اکرم کی مدح وثنا کرتے ہوئے اکثر بہک جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ بعض کمزور عقائد کے شعراء تو اس حد تک بہک گئے ہیں اور مدح سرائی میں اتنا تجاوز کر گئے ہیں کہ بات شرک کے قریب پہنچ گئی ہے۔ جناب حامدؔ امروہوی نے بے ساختگی میں کہیں کہیں تھوڑا سا تجاوز کیا ہے لیکن عام طور پر اپنے کلام میں عقیدے کی صحت اور مدحت رسول کے آداب کا پورا پورا لحاظ رکھا ہے کیونکہ وہ اس بات کو سمجھتے ہیں۔ خود کہتے ہیں۔ شعر:

پہلے۔ آدابِ گفتگو سیکھیں
پھر کریں ہم حضورؐ کی باتیں



حامدؔ امروہوی نعتیہ کلام سناتے ہوئے۔

جناب حنیف اخگر نے ''خیابانِ ارم'' کی تقریظ میں فرمایا ہے کہ وہ حامد امروہوی کی کسی نعت کا کوئی شعر محض اپنی پسندیدگی کے اظہار کے لئے اس واسطے نقل نہیں کر رہے کہ کسے معلوم بارگاہ خداوندی میں کس نعت کے کس شعر کو شرف قبولیت عطا ہو اور کیا منصب نصیب ہو۔ خیر اللہ کی باتیں تو اللہ ہی جانے مگر میں جن اشعار سے بے حد متاثر ہوئی ہوں ان میں سے دو چار کا ذکر ضرور کروں گی۔

''خیابانِ ارم'' کی پہلی حمد کے ایک شعر میں خداوند کریم سے خطاؤں کی معافی کی طلب کا کیا خوبصورت اور انوکھا انداز ہے۔ کہتے ہیں:

میں بشر ہوں مری فطرت ہے خطائیں کرنا
بخش دینا مرے اللہ ہے عادت تری

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ آخری نبی ہیں اور قرآن مجید وہ آخری کتاب ہے جو منزل من اللہ ہے۔ ختم نبوت کی حقیقت و ضرورت کو حامد امروہوی کس خوبصورت انداز میں بیان کرتے ہیں۔ شعر:

اس لئے ذات گرامی پر نبوت ختم ہے
ہے قیامت تک زمانے کو ضرورت آپ کی

روایت ہے کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا کہ ''حضور کی سیرت کے بارے میں ہمیں کچھ بتایئے۔'' آپ نے فرمایا ''کیا تم نے قرآن پاک نہیں پڑھا؟ جو کچھ قرآن میں ہے وہی آپ کی سیرت تھی۔'' اس بات کو جناب حامد امروہوی نے کس خوبصورتی سے شعر کے سانچے میں ڈھالا ہے۔ شعر:

کلام اللہ کو پڑھ کر تو دیکھو
نبی کی زندگی کا آئینہ

ایک اور شعر میں آپ کے سامنے پیش کروں گی جس میں مدحت رسول کی ندرت ملاحظہ فرمایئے۔ شعر:

ان سا نہ ہوا کوئی ان سا نہ کوئی ہوگا
اللہ رے یکتا کے محبوب کی یکتائی

ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کسی اچھے شاعر کی شریک حیات بھی اچھی شاعرہ ہو اور حامدؔ امروہوی ان ہی خوش نصیب شاعروں میں سے ہیں۔ ان کی شریک حیات سردار بیگم مخفیؔ بھی بہت اچھی شاعرہ ہیں اور اس ذہنی ہم آہنگی نے دونوں کی ازدواجی زندگی کو بے حد خوشگوار اور حسین بنا دیا ہے۔ میری دعاء ہے کہ جلد سے جلد جناب حامدؔ امروہوی کے تیسرے مجموعۂ کلام کی رسم اجراء ہو اور اس کے ساتھ ہی یا اس سے قبل مخفیؔ کے مجموعۂ کلام کی بھی ہم رسم اجرا منائیں۔ ساتھ ہی میری یہ بھی دعاء ہے کہ خداوند کریم حامدؔ امروہوی کو عشق رسول و مدحت رسول کا اجر عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین) حامدؔ امروہوی خود بھی اپنی نعت گوئی کو توشۂ آخرت اور عمر بھر کی کمائی سمجھتے ہیں اور انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔



پروفیسر عقیل دانش
لندن

جہانِ فکر ''خیابانِ ارم''

حمد باری تعالیٰ ''نعتِ سرکار دو عالم ﷺ اور منقبت اولیائے کرام عربی فارسی اور اردو کی ایسی دلکش، دل پذیر، دلنواز اور جاندار روایت ہے جو سننے والے اور پڑھنے والے کو اپنے سحر میں جکڑ لیتی ہے۔ عقیدت کا جذبہ، مدحت کا احساس اور تعریف کا خیال اس روایت کو قاری کے دل کے ان گوشوں تک لے جاتا ہے جہاں نہ وقت کا قدم پڑ سکتا ہے نہ فاصلے کا پر تو اثر انداز ہوسکتا ہے۔ یہ تو دنیا ہی دوسری ہے عالم ہی دگر ہے۔ اس دنیا میں، اس عالم میں صرف اور صرف سرشاری کی روشنی نظر آتی ہے معبودِ برحق رسول مقبول ﷺ اور اولیائے کرام کی محبت کی سرشار ایسی سرشاری کہ ایک خوبصورت مثال حامد امروہوی کی حمد، نعت اور منقبت کا مجموعہ ''خیابان ارم'' ہے حامد امروہوی کا تعلق امروہہ کے ایک ایسے خانوادے سے ہے جسے بلا مبالغہ ایں خانہ ہمہ آفتاب است کا حامل قرار دیا جا سکتا ہے ان کے اجداد علم دفن کا معتبر ادارہ تھے خصوصاً ان کے والد مرحوم ماسٹر عبدالرؤف صاحب اور بھائی سیفی کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے خونِ جگر سے گلشنِ سخن کی نہ صرف خود آبیاری کی بلکہ اپنے اطراف میں ایسے باذوق افراد کو بھی جمع کر لیا، فکر و فن جن کی زندگی بن گئی۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ماسٹر عبدالرؤف صاحب نے نہ صرف امروہہ بلکہ بیرون امروہہ بھی کم از کم دو نسلوں کی فنی تربیت کی، ان محفلوں میں مستقل شرکت کرنے والے آج خود شعر و سخن میں سند کا درجہ رکھتے ہیں ظاہر ہے کہ ایسے خاندان سے وابستگی حامد صاحب کی فکر سخن سے کتنا قریب لے آئے گی، حُبِّ رسولؐ ان کے خون میں جاری و ساری ہے اور نعت گوئی ان کی زندگی کا بیش بہا سرمایہ ہے ان کے بھائی سیفی ساجد

اور بھتیجے زبیر ابن سیفی اپنے کلام کی گرمی بیان کی شگفتگی اور جذبے کی شیفتگی کے علاوہ اپنے خدا داد ترنم کی نسبت سے ہندو پاک میں معروف ہیں لیکن مرزا حامد امروہوی نے خود کو مدحتِ ربانی، نعتِ رسول ﷺ اور منقبت اولیاء کے لئے وقف کر دیا ہے وہ بہت تیکھی اور دل میں اتر جانے والی غزل بھی کہتے ہیں لیکن حُبِّ رسولؐ سے سرشار وہ نعت اتنا ڈوب کر لکھتے ہیں کہ وہ پڑھیں اور سنا کرے کوئی ان کا نعتیہ کلام ''مدحت کے پھول'' کے عنوان سے اہلِ ذوق سے خراجِ عقیدت حاصل کر چکا ہے اور اب ان کی نعت گوئی کا ایک مظہر ''خیابانِ ارم'' ہمارے سامنے ہے نعت گوئی سراسر عشق ہے اس میں نہ صرف جذبہ بلکہ الفاظ بھی دست بستہ ہو جاتے ہیں۔ صہبا اختر مرحوم کے بقول:

نعت کی محفل میں حاضر آج آقا میں بھی ہوں
لفظ بھی ہیں دست بستہ، دست بستہ میں بھی ہوں

خیابانِ ارم اسی ''دست بستگی'' کا آئینہ ہے۔ حامد صاحب نے نعت کی نزاکت کو ہر قدم پر ملحوظ رکھا ہے اور باخدا دیوانہ باشد یا محمدؐ ہوشیار کا اصول ان کے ہر ہر لفظ سے نمایاں ہے وہ خدا کے دربار میں سر پا سپاسی بن جاتے ہیں:

بندہ ہوں تیرا میں کرتا ہوں عبادت تیری
نام حامد ہے کیا کرتا ہوں مدحت تیری

اور سرکارِ دو عالم کے آستانے پر سراپا عشق:

تمہارے در سے مجھے اذنِ حاضری بھی ملے
بس اتنا میری غلامی کو معتبر کر دو

یہ دل عشقِ نبیؐ کا آئینہ ہے
شعورِ زندگی کا آئینہ ہے

حامد صاحب نے سلیس رواں، سادہ اور آسان زبان میں سپاس اور عشق کی تصویریں کھینچی ہیں ''خیابانِ ارم'' نے حمد اور نعت کے علاوہ سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ

سیدنا عمر فاروقؓ، سیدنا عثمان غنیؓ، سیدنا علی ابن ابو طالب کرم اللہ وجہہ، سیدنا حسین، خواجہ معین الدین چشتیؒ کی شان میں منقبتیں، سلام اور توصیف بھی موجود ہے۔ مدح سے لے کر منقبت تک جو چیز قاری کو اپنی طرف کھینچتی ہے وہ حامد صاحب کے جذبے کی صداقت ہے کوئی لفظ، کوئی مصرع، کوئی شعر ''بھرتی'' کا محسوس نہیں ہوتا۔ انہوں نے اپنے گھر کا نام ''نعت کدہ'' رکھا ہے ظاہر ہے اس گھر میں ہونے والی تخلیق کس پیمانے کی ہوگی۔ ان کے جذبۂ نعت گوئی کو جلا دینے والی ان کی بیگم سردار خانم مخفی بھی ہمارے شکریے کی مستحق ہیں۔ وہ خود ایک اچھی شاعرہ ہیں اور نعت گوئی کے لئے جس سکون اور حضورِ قلب کی ضرورت ہوتی ہے وہ انہوں نے حامد صاحب کو مہیا کیا ہے، حامد صاحب نے نعت کے ایک شعر میں کہا تھا کہ:

اظہار آرزو کا سلیقہ نصیب ہو
آقا بلالؓ کا لب و لہجہ نصیب ہو

ہم بھی اس دعا میں ان کے ساتھ شامل ہیں اور بارگاہِ ایزدی میں ملتمس ہیں کہ حامد صاحب لہجۂ بلالی میں مدتوں نعت کہتے رہیں۔



احمد حسین صدیقی
کراچی، پاکستان

نعت گو خاندان کا ایک نعت گو شاعر

آج ۱۵ر مئی ۲۰۱۵ء کو میرے دیرینہ دوست اور ہم جماعت جناب حامد حسین مرزا صاحب سے ٹیلیفون پر ملاقات ہوئی تو ماضی کی بھولی بسری یادوں کا تانتا بندھ گیا۔ غالباً ساتویں آٹھویں کلاس تک ہم دونوں امام المدارس ہائی اسکول امروہہ میں ساتھ پڑھتے رہے ہیں۔ آج مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ انہوں نے یاد کیا۔

بچھڑے دوست کے مل جانے سے کتنی خوشی ہوتی ہے اس کا اندازہ ذوقؔ کے اس شعر سے کر لیجیے:

اے ذوقؔ کسی ہمدمِ دیرینہ کا ملنا
بہتر ہے ملاقاتِ مسیحا وخضر سے

حامد حسین صاحب غالباً ۲۰۰۹ء میں امریکہ سے پاکستان آئے تھے اور نارتھ ناظم آباد میں اپنے کسی عزیز کے یہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک دن وہ میرے غریب خانے پر بھی تشریف لے آئے اور اپنا نعتیہ مجموعۂ کلام ''جوئیبارِ بخشش'' مجھے بھی عنایت کیا۔ میں نے اس مجموعے کو کئی لحاظ سے یکتا دیکھا۔ اس مجموعے کی پہلی خصوصیت تو یہ ہے کہ اس میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں خوبصورت نعتیں کہی گئی ہیں۔ اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ مجموعہ اُردو اور رومن رسم الخط میں شائع ہوا ہے جس کی وجہ سے امریکہ کناڈا میں بسنے والے پاکستانی اور ہندوستانی باشندوں اور ان کی نئی نسل میں بہت مقبول ہوگا۔ اس کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ پورا مجموعہ آرٹ پیپر پر شائع ہوا ہے۔ ان خصوصیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حامد حسین مرزا کو آقائے دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سے کتنی عقیدت اور محبت ہے۔ میں اس منفرد مجموعۂ ''جوئیبارِ بخشش'' پر اپنے دوست حامد حسین مرزا کو تہ دل سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

حامد حسین صاحب ایک کہنہ مشق نعت گو شاعر ہیں۔ نعتیہ شاعری انہیں وراثت میں ملی ہے۔ ان کے والد محترم عبدالرؤف صاحب مرحوم جو میرے بھی استاد تھے بہت معروف نعت گو شاعر تھے۔ زندگی بھر وہ ہر جمعہ کو اپنے گھر نماز کے بعد نعتیہ محفل منعقد کرتے تھے۔ اس محفل کے سجانے میں جو اخراجات ہوتے تھے تو وہ خود ہی برداشت کرتے تھے۔ جب یہ اخراجات برداشت سے باہر ہوئے تو انہوں نے اپنا لگایا ہوا باغ بھی فروخت کر دیا تھا لیکن اس سلسلے کو بند نہیں کیا۔ عبدالرؤف صاحب مرحوم کی وفات کے بعد اس محفل کو سجانے کی ذمہ داری ان کے فرزند احمد حسین مرزا مرحوم نے اپنے سر لے لی اور یہ سلسلہ بدستور اسی آب وتاب سے جاری رہا۔ ۱۹۹۹ء میں احمد حسین مرزا صاحب کی دعوت پر میں بھی اس محفل میں حاضر ہوا تھا۔

میرے دیرینہ دوست حامد حسین مرزا اسی گھرانے کے فرزند ہیں۔ نعتیہ شاعری تو انہیں گھٹی میں ملی تھی۔ ان کی دو نعتوں کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

شاہانِ زمانہ کا مُقام اپنی جگہ ہے
سرکارِ دو عالَم کا غلام اپنی جگہ ہے

آقا مرے ایسے ہیں رسولوں میں کہ جیسے
تسبیح کے دانوں میں امام اپنی جگہ ہے

آئے ہیں زمانے میں نبی اور بھی لیکن
حامدؔ میرے آقاؐ کا مقام اپنی جگہ ہے

☆☆☆

جب اپنا گناہوں سے برا حال لگے ہے
سرکارؐ کا دامانِ کرم ڈھال لگے ہے

دولت نہ میسر ہو اگر مشقِ نبیؐ کی
قارون بھی اگر ہے تو وہ کنگال لگے ہے

جو معترفِ عظمتِ سرکارؐ نہیں ہے
اُس آئینۂ دل میں ہمیں بال لگے ہے

ہم نعت کی حقیقت کو سمجھتے ہیں یہ ملاّ
مشاق کا میلہ ہے جو ہر سال لگے ہے

سید حشمت سہیل
شکاگو

سرمایۂ رؤفؔ امروہوی

(انتخاب کلام رؤفؔ امروہوی)

جب خدائے بزرگ و برتر نے خود کہہ دیا وما ارسلناک الا رحمة للعالمین (اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر) تو کس ذی روح کی مجال ہے کہ اس سے بڑھ کر اس ذات پاک سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء کر سکے لیکن عقیدت ومحبت کے پھول تو نذر کر ہی سکتا ہے اس راہ میں اردو نعت میں ہمارے شاعروں نے سمندر بھر دیئے ہیں لیکن آپؐ کے دربار میں مدح گذار ہونا بڑا نازک مرحلہ ہے یہاں صرف عشق رسول ہی کافی نہیں ادب کی کڑی شرائط قدم قدم پر درپیش ہیں۔ ''باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار''۔ یہ معاملہ محض دل کا نہیں دماغ کا بھی ہے۔ یہاں شاعر کو ہر نفس باہوش رہنا پڑتا ہے کیونکہ ذرا سی افراط وتفریط اور لغزش یہاں گناہ ہے حضور اکرمؐ کی ذات گرامی کی رفعت وعظمت کا مکمل احاطہ عقل انسانی کی رسائی سے باہر ہے اور ان کے کمالات اور اوصاف کی ثناء خوانی کا حق ادا کرنا بھی نوع بشر کے بس میں نہیں آپ کے شمائل اسوۂ حسنہ خلق عظیم روشن کردار اور سیرت طیبہ کے مظاہر و اسرار کے تمام گوشوں کو کامل طور پر احاطۂ تحریر میں لانا انسان کے اختیار میں نہیں ہے لیکن دیوانے اپنے جذبہ عشق کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔

کوئی کہتا ہے:

لا یمکن الثناء کما کان حقه
بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

کوئی کہتا ہے:

بلغ العلی بکمالهٖ کشف الدجی بجمالهٖ
حسنت جمیع خصالهٖ صلوا علیه وآله

کوئی کہتا ہے:

فقم قم یا حبیبی کم تنامُ

کوئی کہتا ہے:

حرا سے اتر کے سوئے قوم آیا
اور ایک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

کوئی کہتا ہے:

بزم توحید سے تبلیغ کا نامہ آیا
کوئی پہنے ہوئے قرآن کا جامہ آیا

کوئی کہتا ہے:

نگاہِ عاشق تو دیکھ لیتی ہے پردۂ میم کو ہٹا کر
وہ بزم یثرب میں آ کے بیٹھیں ہزار منہ کو چھپا چھپا کر

کوئی کہتا ہے:

رُخِ مصطفےٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دکانِ آئینہ ساز میں

اور کوئی کہتا ہے:

یہیں سے نغمہ ہائے نعت کی کرنیں نکلتی ہیں
رؤفِ راز کی تربت یہی معلوم ہوتی ہے

یہ ہیں رؤف امروہوی۔

میں اپنے دوست حضرت حامد امروہوی کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے اپنے والدِ محترم کا سرمایہ زیور طباعت سے آراستہ کیا جس کی آج تقریب رونمائی ہے۔

حامد امروہوی نے کتنا بروقت کہا ہے:

والد نعت کہا کرتے تھے میں بھی ہوں مداح نبی
حامد میرے گھر میں اُجالا کل بھی تھا اور آج بھی ہے

رؤف امروہوی نے اپنے متعلق کہا ہے:

میں بظاہر جاہل مطلق پریشاں روزگار　　اور نعت پاک اک دریائے ناپیدا کنار
بے سہاروں کے سہارے بے قراروں کا قرار　　احمد مرسلؐ شفیعِ عاصیاں روز شمار
آپؐ پر صد ہا سلام اور آپؐ پر لاکھوں درود　　اے مجسم اے سراپا رحمت پروردگار
آپؐ کی شایانِ شان توصیف ممکن ہی نہیں　　آپؐ ہیں ممدوح رب اور میں رؤفِ خام کار

رؤف امروہوی کے متعلق پروفیسر نثار احمد فاروقی لکھتے ہیں:

حضرت موصوف کا نام اور ان کا کلام ممکن ہے کہ امروہہ سے غیر متعلق لوگوں کے لئے نیا ہو کیونکہ حضرت رؤف نمود و نمائش سے بیزار اور عافیت پسند زیادہ ہیں لیکن امروہہ والوں سے پوچھئے تو وہ کلام سے زیادہ ان کی شخصیت اور شخصیت سے زیادہ کلام کے مداح ملیں گے مشاعروں میں قوالیوں میں نعت خوانیوں میں سوز خوانیوں میں ہر جگہ رؤف کا کلام پڑھا جاتا ہے اور اس پر سر دھنا جاتا ہے۔

ڈاکٹر خلیق انجم لکھتے ہیں:

ان کی شاعری کی بنیاد کرۂ ارض پر پیدا ہونے والے عظیم ترین انسان یعنی رسول اللہ ﷺ سے محبت اور عقیدت ہے۔ ۱۹۲۳ء مطابق ۱۹۴۲ء میں ان کے گھر پر نعت خوانی کا پہلا جلسہ منعقد ہوا تھا تب سے آج تک ہر جمعہ کو ان کے دولت کدے پر یہ مبارک جلسہ اتنی پابندی سے ہوتا ہے کہ آج تک کوئی جمعہ ناغہ نہیں ہوا پوری اُردو دنیا میں اس کی مثال نہیں ہے۔

پروفیسر اختر الواسع لکھتے ہیں:

یہ عشق نبی ﷺ میں سرشار ہیں اور کوچہ سرشاری میں قدم انھوں نے انجانے میں نہیں بلکہ ہوش و خرد کی تمام دانائیوں کے بیچ رکھا وہ جانتے ہیں کہ باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار۔

حضرت خواجہ حسن نظامی ثانی لکھتے ہیں:

پریم کی جس ڈوری کو انھوں نے پہلے دن تھاما تھا وہ آج تک ان کے

ہاتھ میں ہے یہ ڈور بھی عجیب ڈور ہے نہ اس کے کچے دھاگے سے کمزور
کوئی دھاگا دکھائی دیتا ہے نہ اس ڈور سے مضبوط کوئی ڈوری ہے مگر اس
کی مضبوط اور کمزوری کا انحصار ڈور سے زیادہ تھامنے والے پر ہوتا ہے۔
مسلمان قوم کو اگر ایک پھٹی پرانی گدڑی کہیئے تو حضرت رؤفؔ اس گدڑی کا
لعل ہیں اور بے بہا لعل ہم آپ بھلا اس کی قیمت کہاں آنک سکتے ہیں۔

رؤفؔ امروہوی کا انداز بیان ملاحظہ کیجئے:

ان کے در کا پاسباں ان کی گلی کا خاکروب ذی حشم ذی سلطنت ذی مرتبہ ذی شان ہے
سر پہ تاج خسروانہ حور و غلماں گرد و پیش یہ غلامانِ نبیؐ کی خلد میں پہچان ہے

اشعار میں تغزل کا حسن دیکھیئے:

اے عرب کے چاند سرکا دے ذرا رخ سے نقاب قبر کی تاریکیوں سے جی بہت گھبرائے ہے

تعریف کے ہار میں کیسے کیسے موتی پروئے ہیں:

الم نشرح لک صدرک صفت ہے ان کے سینے کی
بیان سورۂ یٰسین ان کا وصفِ دنداں ہے
تمہاری ہی ضیا ہے عکس افگن گوشے گوشے میں
نہ کوئی مہرِ انور ہے نہ کوئی ماہِ تاباں ہے

شاعری کی کیسی کیسی صنعتیں اشعار میں بے تکلف استعمال کی ہیں:

دوزخ بہشت دونوں کا نقشہ دکھا دیا
چاہے یہاں رہے کوئی چاہے وہاں رہے
ان کی عطا کا ذکر ہو اپنی خطا کا ذکر
یہ داستاں رہے کبھی وہ داستاں رہے

کلام میں سلاست بے ساختگی بے تکلفی اور روزمرہ کا استادانہ استعمال دیکھیئے غزل کا لطف آئے گا:

مرا غم بھرا فسانہ مری دکھ بھری کہانی
جو سنو تو مہربانی نہ سنو تو مہربانی

جو زبان سے بیاں ہو جو بیان سے عیاں ہو
وہ نہیں مرا فسانہ وہ نہیں مری کہانی

کسی دن ضرور آؤ ذرا آگے دیکھ جاؤ
مجھے اپنے دل کی باتیں نہیں غیر کو سنانی

نہ چھٹے نبیؐ کی طاعت کبھی اے رؤف دل سے
جو انھیں پسند آئے وہ ہو تیری زندگانی

تلمیحات کی مثالیں دیکھئے:

یوسفؑ کی وجاہت دم عیسیٰؑ ید بیضا
یہ سب ہیں اسی شاہ کے دربار کی باتیں

شب زلف معنبر کا سراپا ہے سراسر
ہیں شمس و قمر جلوۂ رخسار کی باتیں

میں نے یہ چند جواہر پارے رؤف صاحب کے خزانے سے چُن کر پیش کر دیے ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ سارا کلام ہی ایسے ہیروں سے جگ مگ کر رہا ہے ان کی کتاب لیجئے اور ذہن و دل کو جگمگا لیجئے۔ اب آخر میں ان کی ایک نعت کے دو اشعار پیش کر کے اجازت چاہوں گا یہ نعت، آج ہی کے موقع کے لئے یعنی حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے سلسلے میں کہی تھی اور ان کا نعت کا دیوان اسی نعت سے شروع ہوتا ہے:

صبا اٹھکھیلیاں کر آج موقع ہے مسرت کا
یہ دن ہے حضرت ختم الرسالتؐ کی ولادت کا

گلستان عرب میں آج وہ گل کھلنے والا ہے
کہ ایک عالم نظر آئے گا شیدا جس کی نکہت کا

اور آخر میں دعا پر خاتمہ:

ہو خاتمہ بخیر محمدؐ کے دین پر
کیا اور مانگنا ہے مجھے اس دعا کے بعد

تہنیت نامہ

گلشن فکر میں پھر آئی بہار — پھر قلم کو ملا لب اظہار
سج گئی آج بزم تہنیت — ہے فضا مثلِ ابر گوہر بار
نور بکھرا رہی ہے چاروں طرف — حمد و نعت وصلوٰۃ کی تکرار
خلد میں آج مسکراتی ہے — روحِ پاکیزۂ رؤفِ زار
یاں شکاگو کے سب ہیں اہل ذوق — بزم کا جن سے بڑھ گیا ہے وقار
تہنیت کے یہ پھول لائے ہیں — ہو مبارک یہ محفل اشعار
ان کے دم سے ہے بزم کی رونق — ان کے دم سے ہے شعر کا معیار
بھائی حامدؔ ہیں بزم دولھا — خوش طبع خوش مذاق خوش گفتار
ماہر فن وقار شعر و ادب — حمد و نعت نبیؐ پہ جس کا مدار
اور دلھن کا بھی کچھ بیاں ہوجائے — نیک سیرت غیور خوش اطوار
گو تخلص تو ان کا ہے مخفیؔ — بھائی حامدؔ کے دل کی ہیں سردار
ہے دعائے سہیلؔ ہوتی رہے — ان کے فن میں ترقیٔ بسیار

"یہ سلامت رہیں ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار"

انتخاب کلام

حمدِ باری تعالیٰ

سب سے پہلے یہ حق ادا ہو جائے
ذکرِ حق حمدِ کبریا ہو جائے

ساری مخلوق کا وہ خالق ہے
وہ جو چاہے تو کیا سے کیا ہو جائے

اُس کی تعریف میں قلم اُٹھے
کچھ تو حقِّ وفا ادا ہو جائے

میرے الفاظ میں وہ دے تاثیر
مجھ کو حسنِ بیاں عطا ہو جائے

اُس سے مانگوں میں نورِ قلب ونظر
اور مرا ذہن پُر ضیاء ہوجائے

عبد بن کر رہوں میں خالق کا
بخت اتنا مرا رسا ہو جائے

اسکی طاعت میں میری عمر کٹے
اور مع الخیر خاتمہ ہو جائے

مانگ حامدؔ خدا سے زورِ قلم
اب رقم نعتِ مصطفیٰؐ ہو جائے

نعت شریف

گر نصیب ان کا نقشِ پا ہو جائے
صاف جنت کا راستہ ہو جائے

آخرت اس کی آئینہ ہو جائے
زندگی میں جو آپؐ کا ہو جائے

میں اگر طاعتِ نبیؐ کر لوں
طاعتِ حق کا حق ادا ہو جائے

درِ والا کی یہ کرامت ہے
پُر خطا آئے بے خطا ہو جائے

نہیں ممکن نہیں کبھی ممکن
دوسرا کوئی آپؐ سا ہو جائے

نہیں امکاں کہ مرضیِ حق سے
مرضیِ مصطفیٰؐ جدا ہو جائے

آرزو اور کچھ نہیں حامدؔ
ملتفت چشمِ مصطفیٰؐ ہو جائے

سلام

السلام اے حاصلِ دنیا ودیںؐ
السلام اے جانِ ایمان ویقیں

السلام اے زینتِ عرشِ بریں
السلام اے رونقِ فرشِ زمیں

السلام اے رحمتِ حق کے امیں
السلام اے مالکِ خلدِ بریں

السلام اے انتخابِ مرسلیں
السلام اے خلق میں سب سے حسیں

السلام اے شرحِ قرآنِ مبیں
السلام اے رحمت اللعالمیں

اے امینِ رازِ پنہاں السلام
عرش پر خالق کے مہماں السلام

اے مدد گارِ غریباں السلام
بے سرو ساماں کے ساماں السلام

اے سکوں بخشِ دل وجاں السلام
اے دوائے دردِ عصیاں السلام

خلق پر خالق کے احساں السلام
اے متاعِ درد منداں السلام

السلام اے شاہِ خوباں السلام
السلام اے جانِ جاناں السلام

ناز حامدؔ میں کروں تقدیر پر
یہ سلام ان تک پہنچ جائے اگر

نعت شریف

آنکھ میں عکسِ روضۂ انور اللہ اکبر اللہ اکبر
اور ہے لب پر نعتِ پیمبرؐ اللہ اکبر اللہ اکبر

شمس وقمر سے بھی ہیں بہتر اللہ اکبر اللہ اکبر
میرے نبیؐ کی راہ کے کنکر اللہ اکبر اللہ اکبر

انؐ کا ثنا خواں انؐ کا ثنا گر اللہ اکبر اللہ اکبر
میرا مقدر میرا مقدر اللہ اکبر اللہ اکبر

اُتّر دیکھا دکّھن دیکھا پورب دیکھا پچھّم دیکھا
کوئی نہ دیکھا انکے برابر اللہ اکبر اللہ اکبر

قلب نہ ہو کیوں میرا منور یادِ نبیؐ ہے اس کے اندر
کتنا کرم ہے انکا مجھ پر اللہ اکبر اللہ اکبر

میرے نبیؐ کے موئے منور رکھے ہیں جس گھر کے اندر
وہ گھر ہے ہر گھر سے بہتر اللہ اکبر اللہ اکبر

وہ شاعر دربارِ نبیؐ کے کب یہ نصیبے اور کسی کے
کوئی نہیں حسانؓ سے بڑھ کر اللہ اکبر اللہ اکبر

حامدؔ کی رب سے یہ دعا ہے تادمِ آخر لکھے جائے
حمدِ خدا اور نعتِ پیمبرؐ اللہ اکبر اللہ اکبر

نعت شریف

کوئی پہنچا دے درِ سرکارؐ تک
نذر کردوں گا میں جانِ زار تک

ہو کرم انؐ کا تو ناممکن نہیں
جلوے آئیں طالبِ دیدار تک

لفظِ کُن کا تذکرہ تھا بزم میں
بات جا پہنچی مرے سرکارؐ تک

آرزو وہ بھی مری پوری ہوئی
جو نہ آئی تھی لبِ اظہار تک

اپنے تو اپنے ہیں ان کا ذکر کیا
انؐ کے گن گانے لگے اغیار تک

اتنی مہلت مجھ کو دے دے اے خدا
میں پہنچ جاؤں درِ سرکار تک

خوشبوئے باغِ مدینہ ساتھ ہو
جب قضا آئے یہاں بیمار تک

جذبۂ صدیقِ اکبرؓ مرحبا
ان پہ صدقے کردیا گھر بار تک

کوئی شاعر آج تک پہنچا نہیں
حضرتِ حسانؓ کے معیار تک

مجھ کو حامدؔ ان کے الطاف و کرم
لے گئے اِس پار سے اُس پار تک

نعت شریف

بجھے ہوئے ہیں جہاں صلح و آشتی کے چراغ
چلو جلائیں وہاں اُسوۂ نبیؐ کے چراغ

دیا ہے ہم نے جہاں کو حیاتِ نو کا پیام
وہ اور ہیں جو بجھاتے ہیں زندگی کے چراغ

جہاں بھی ظلم و جہالت کا گھپ اندھیرا تھا
جلائے ہم نے وہاں علم و آگہی کے چراغ

سفر حیات کا گذرا بڑے سکون کے ساتھ
قدم قدم پہ ملے سیرتِ نبیؐ کے چراغ

ہم اہلِ عشق کی عادت بڑی نرالی ہے
کہ دشمنوں میں جلاتے ہیں دوستی کے چراغ

جو دن ولادتِ خیر الوراء کا ہو اس دن
جلائیں کیوں نہ ہم اہلِ وفا خوشی کے چراغ

تغیراتِ زمانہ اسی کو کہتے ہیں
کبھی کسی کے جلے ہیں کبھی کسی کے چراغ

ہماری قبر میں کیسے نہ روشنی ہوگی
جبیں پہ داغ نہیں، ہیں یہ بندگی کے چراغ

زمینِ کربلا پھوٹی ہے روشنی تجھ سے
ہیں ضوفشاں جو یہاں زہراؑ و علیؑ کے چراغ

ہمارے پاس ہے اب دولتِ یقیں حامدؔ
ہماری راہ میں روشن ہیں آگہی کے چراغ

نعت شریف

چلا ہوں شہرِ مدینہ کو میں برائے دل
درِ رسولؐ سے لاؤں گا میں دوائے دل

تڑپ رہا تھا کچھ ایسے فراقِ طیبہ میں
یہ ڈر تھا پہلو سے میرے نکل نہ جائے دل

نہ پوچھو حال خوشی کا حیات رقص کرے
درِ رسولؐ پہ رک جائے گر صدائے دل

ہے انؐ کی چشمِ کرم پر مدار بخشش کا
ترانے ان کی محبت کے کیوں نہ گائے دل

ہم اُس کو دل نہیں کہتے ہیں آپ کچھ بھی کہیں
سنے جو نعتِ نبیؐ اور بھر نہ آئے دل

نوازشوں سے ہے ان کی حیات تابندہ
عنایتوں کو بھلا کیسے بھول جائے دل

حضورؐ میری مرادوں کی آبرو رکھ لیں
کہیں خدا نہ کرے میرا ٹوٹ جائے دل

سلیقہ آ گیا جینے کا انؐ کی الفت میں
گئے وہ دن کیا کرتے تھے ہائے ہائے دل

انہیں کو حال سنائیں انہیں سے بات بنے
سوائے انکے زمانے کو بھول جائے دل

کسی طرح بھی کسی طور بھی کمی نہ رہے
حریمِ جاں کو مرے اس طرح سجائے دل

اگر وہؐ چشمِ عنایت سے دیکھ لیں مجھ کو
خوشی سے کس لیے پھولے نہیں سمائے دل

بہت تلاش کیا پر نہیں ملا ہم کو
امینِ رازِ محبت کوئی سوائے دل

ہے آرزو درِ اقدس پہ جاکے پھر حامدؔ
فسانۂ غمِ الفت انہیں سنائے دل

نعت شریف

قلب بھی منور ہے روح بھی منور ہے
ہر گھڑی تصور میں انؐ کا روئے انور ہے

شرعِ مصطفےٰؐ ہر دم سامنے میں رکھتا ہوں
سیرتِ نبیؐ میری زندگی کا محور ہے

دیدِ روئے انور سے آج تک ہوں میں محروم
میری آنکھ پُر نم ہے میرا قلب مضطر ہے

الجھنیں بھلا اس کی زندگی میں کیوں آئیں
جس کے سامنے ہر دم اُسوۂ پیمبرؐ ہے

ہے بسی ہوئی خوشبو آپؐ کے پسینے کی
یہ فضائے طیبہ جو آج تک معطر ہے

ساکنانِ طیبہ کو ناز ہے بجا حامدؔ
میں ہوں دور طیبہ سے یہ مرا مقدر ہے

نعت شریف

ایمان کا حصول محبت نبیؐ کی ہے
طاعت خدائے پاک کی طاعت نبیؐ کی ہے

تبدیلیوں کی اس میں ضرورت نہیں کوئی
اس درجہ کامیاب شریعت نبیؐ کی ہے

یہ زینتِ زمین و زماں رونقِ جہاں
سب ہے کرم خدا کا عنایت نبیؐ کی ہے

دولت یقین و فہم کی ایمان و عقل کی
سب کچھ ہمارے پاس بدولت نبیؐ کی ہے

نافذ ہے ان کا حکم ہر اک خاص و عام پر
ارض و سماں پہ اب بھی حکومت نبیؐ کی ہے

بعدِ خدا بزرگ ہیں وہ ساری خلق میں
یہ مرتبہ یہ شان یہ عظمت نبیؐ کی ہے

حامدؔ نہیں پھرا کوئی محتاج خالی ہاتھ
معلوم ہے سبھی کو یہ عادت نبیؐ کی ہے

نعت شریف

کس کے غم کا درِ آقاؐ پہ مداوا نہ ہوا
ایسا بیمار دکھاؤ کہ جو اچھا نہ ہوا

اس کی بینائی کا مقصد ابھی پورا نہ ہوا
جس کو اب تک درِ آقاؐ کا نظارہ نہ ہوا

شاہِ دیںؐ کی نگہِ عفو و کرم کے صدقے
پیشِ حق انؐ کی عنایت سے میں رسوا نہ ہوا

اولِ خلق ہیں آپؐ اور رسولِ آخر
آپ جیسا کوئی دنیا میں نہ ہوگا نہ ہوا

عشقِ احمدؐ ہی تو ہے عشقِ الٰہی کی دلیل
ہوسکا جو نہ نبیؐ کا وہ خدا کا نہ ہوا

مہرباں جب بھی ہوئی گردشِ دوراں حامدؔ
ان کی رحمت کے سوا کوئی سہارا نہ ہوا

نعت شریف

مسلکِ اہلِ وفا میں ہر بہانہ ہے منع
دل لگی کے واسطے دل کا لگانا ہے منع

کوچۂ الفت کے جو آداب سے واقف نہ ہوں
ان سے رسمِ راہِ الفت کا بڑھانا ہے منع

وہ نشانِ راہ جو منزل کا دیتے ہیں سراغ
راہ سے ایسے نشانوں کو مٹانا ہے منع

کوہِ غم ٹوٹے تو ٹوٹے اس کا کوئی غم نہ کر
لیکن اک مجبور کے دل کو دکھانا ہے منع

جو خدا کی یاد سے انسان کو غافل کردے
ایسے ہر اک کام میں دل کو لگانا ہے منع

کوئی بھی نقصان چاہے جاں کا ہو یا مال کا
صبر کرنا چاہئے آنسو بہانا ہے منع

آپ نے اک بار پہلے آزمایا ہے جسے
ایسے انساں کو دوبارہ آزمانا ہے منع

واقعہ جس کا حقیقت سے نہیں ہو واسطہ
نعت میں ایسے کسی مضمون کا لانا ہے منع

عشق کے آداب حامدؔ یاد رکھنے چاہئیں
دل جھکانا چاہئے سر کا جھکانا ہے منع

نعت شریف

نہ آفتاب ہوا ہے نہ ماہتاب ہوا
نبیؐ کے آئینۂ رخ کا کب جواب ہوا

کوئی بلالؓ ہوا کوئی بوترابؓ ہوا
درِ رسولؐ کا ہر ذرہ آفتاب ہوا

سبب ہمارے ہی اعمال بن گئے یارو
جو عہدِ رفتہ ہمارا خیال وخواب ہوا

پلٹ کے آگیا سورج دیا جو حکم اسے
کیا اشارہ تو دو ٹکڑے ماہتاب ہوا

نگاہِ لطف نے پلڑے کو کردیا بھاری
کچھ اس طرح سرِ محشر مرا حساب ہوا

نبیؐ کے روضۂ اقدس پہ حاضری کے لیے
وہی غلام گیا جس کا انتخاب ہوا

میں کیوں نہ خوبیِ قسمت پہ اپنی ناز کروں
کہ میرا حرفِ تمنا بھی مستجاب ہوا

مرے حضورؐ نے در پر مجھے بلا ہی لیا
میں اپنے جذبۂ الفت میں کامیاب ہوا

یہ مجھ پہ ان کی عنایت کی انتہا ہی تو ہے
جو بارگاہِ رسالتؐ میں باریاب ہوا

مرے نبیِؐ مکرم کے نام سے حامدؔ
کتابِ عالمِ امکاں کا انتساب ہوا

نعت شریف

ہر اک بلا سے زمانے کی ہو گیا محفوظ
جڑا ہے انؐ سے تو ہے میرا سلسلہ محفوظ

وہ کام جو مرے سرکارؐ کو پسند نہ ہوں
دعا ہے میری کہ ان سے رکھے خدا محفوظ

خدا کی ان سے محبت کی انتہا یہ ہے
کہ اس نے رکھی ہے ان کی ہر اک ادا محفوظ

نبیؐ کے شہر کی یادوں نے روشنی دے کر
شبِ فراق کی ظلمت سے کر دیا محفوظ

مرے حضورؐ کے آنے سے پہلے دنیا میں
جفاؤ ظلم سے دنیا میں کون تھا محفوظ

اسیر ہوگیا جو آپؐ کی محبت میں
ہر اک بلا سے ہر آفت سے ہو گیا محفوظ

عمل جو میں نے کیا ہے برا وہ ہو کہ بھلا
کتابِ زیست کے صفحوں پہ ہوگیا محفوظ

یہاں جو آیا ہے جانا ہے ایک دن اس کو
قضا کے ہاتھ سے کوئی نہیں رہا محفوظ

گناہ گاروں کا کل روزِ حشر مستقبل
دعائے سرورِ عالمؐ نے کردیا محفوظ

کلامِ پاک کا اعجاز ہے کہ سینوں میں
جو لفظ یاد کیا ہے وہ ہوگیا محفوظ

ہمارے جرمِ محبت کی کیا سزا ہوگی
رکھا ہے داورِمحشر نے فیصلہ محفوظ

ہماری پہلی نظر جب پڑی تھی کعبے پر
وہ لمحہ آنکھوں کی پتلی نے کر لیا محفوظ

مرے نبیؐ کے سوا اور کون ہے حامدؔ
جہاں میں جس کا ہو ہر قول ہر ادا محفوظ

نعت شریف

دوستو شہر میں سرکارؐ کے آئے ہوئے ہیں
خود کہاں آئے ہیں آقاؐ کے بلائے ہوئے ہیں

سلسلہ نسبتِ اعلیٰ سے ملائے ہوئے ہیں
نام ہم ان کے غلاموں میں لکھائے ہوئے ہیں

ہم غلامی کی یہ پہچان بنائے ہوئے ہیں
داغ سجدے کا جبینوں پہ سجائے ہوئے ہیں

آپ کے غم میں ہر اک غم کو بھلائے ہوئے ہیں
آپ کی یاد کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں

وہ جو بزمِ شہِ کونین میں آئے ہوئے ہیں
سب کے سب نور کی بارش میں نہائے ہوئے ہیں

بھیج کر خدمتِ اقدس میں درود اور سلام
اپنی سوئی ہوئی قسمت کو جگائے ہوئے ہیں

ہاتھ پھیلائیں کہیں اور یہ ممکن ہی نہیں
آس ہم دامنِ رحمت سے لگائے ہوئے ہیں

کامیابی کے وہ ضامن ہیں رہِ ہستی میں
جو طریقے مرے آقاؐ کے بتائے ہوئے ہیں

ایک جھالر سی ہے اشکوں کی یہاں پلکوں پر
جس کو ہم چشمِ تمنا میں سجائے ہوئے ہیں

چین حسنینؓ سے ہے اور سکوں زہرہؓ سے
دل کو آقاؐ کے گھرانے سے لگائے ہوئے ہیں

اب بھٹک جانے کا امکاں ہی نہیں ہے حامدؔ
ہم نگاہیں درِاقدس پہ جمائے ہوئے ہیں

نعت شریف

کارِ فرزانگی اور کیا چاہئے
لکھئے نعتِ نبیؐ اور کیا چاہئے

دیدِ کعبہ سے آنکھیں منور ہوئیں
بخت کی یاوری اور کیا چاہئے

روضۂ پاک پر حاضری ہو گئی
اس سے بڑھ کر خوشی اور کیا چاہئے

حمد پڑھتے ہوئے نعت لکھتے ہوئے
کٹ گئی زندگی اور کیا چاہئے

جو بھی چاہا وہ سرکارؐ سے مل گیا
اے غلامِ نبیؐ اور کیا چاہئے

نزع کے وقت بالیں پہ سرکارؐ ہیں
اب بتا زندگی اور کیا چاہئے

جامِ کوثر تصور میں آنے لگا
لذّتِ تشنگی اور کیا چاہئے

داغِ سجدہ سے روشن جبین ہوگئی
قیتِ بندگی اور کیا چاہئے

دھل گئے داغ جتنے گناہوں کے تھے
اشکِ شرمندگی اور کیا چاہئے

مدح خوانوں میں میرا بھی نام آگیا
حاصلِ شاعری اور کیا چاہئے

میرے آقاؐ نے انساں بنایا تجھے
تجھ کو اے آدمی اور کیا چاہئے

اپنے بچوں کی بھی اُن کے بچوں کی بھی
دیکھ لی ہر خوشی اور کیا چاہئے

ہم نے حامؔد مدینے میں خلدِ بریں
دیکھ لی جیتے جی اور کیا چاہئے

نعت شریف

کوئی الفاظ نہ تھے جب لبِ اظہار کے پاس
آ گئے اشک ندامت کے گنہگار کے پاس

نگہِ شوق پہنچ جاتی ہے سرکارؐ کے پاس
جب بھی جالا نظر آتا ہے کسی غار کے پاس

نذر میں چشمِ تمنا ہی کو لے آیا ہوں
اور تو کچھ بھی نہ تھا طالبِ دیدار کے پاس

سب ہی طیبہ کو گئے اپنی مرادیں پانے
میں نے جنت کو بھی دیکھا وہیں دیوار کے پاس

نام سرکارؐ کا سینے سے لگا رکھا ہے
اور کیا رکھا ہے مجھ مفلس و نادار کے پاس

میں جو مصروف ہوں آقاؐ کی ثنا خوانی میں
اک چراغاں سا ہے گھر کے درو دیوار کے پاس

بخشوانے کے لیے حشر کے دن کافی ہے
وہ جو امیدِ شفاعت ہے گنہگار کے پاس

غمِ دنیا غمِ عقبیٰ کا ہی کچھ ذکر نہیں
ہے ہر اک دکھ کا مداوا مرے سرکارؐ کے پاس

چارہ ساز آج کے لینے کے لیے آتے ہیں
دردِ عصیاں کی دوا آپکے بیمار کے پاس

راہزن دیکھنا منھ دیکھتے رہ جائیں گے
آیئے مل کے چلیں قافلہ سالار کے پاس

دولتِ عشقِ شہِ دیںؐ تجھے اللہ رکھے
صرف اک تو ہے جو ملتی نہیں اغیار کے پاس

شرط ٹھیری ہے یہ جنت کی خریداری کی
گوہرِ اشک ضروری ہیں خریدار کے پاس

یہ بھی ہوتا ہے محبت میں محبت کی قسم
جلوے آجاتے ہیں خود طالبِ دیدار کے پاس

جس کو درکار ہے حامدؔ غمِ دوراں کا علاج
اس سے کہہ دو چلا آئے مرے سرکار کے پاس

نعت شریف

قسمت ملے مجھے جو شہیدؔی تری طرح
میں بھی مدینے جا کے نہ آؤں اسی طرح

اپنے نبیؐ کی سیرتِ اقدس ہے سامنے
جینے کے واسطے ہمیں گویا ملی طرح

فاروقؓ کی نبیؐ سے محبت تو دیکھئے
ہیں ساتھ میں حضورؐ کے صدیقؓ کی طرح

جس کی نظیر سارے جہاں میں نہ مل سکے
ایسی خلوص و مہر کی ڈالی گئی طرح

کیا پھر کسی نفاق کا امکاں ہے دوستوں
پیش آئیں دشمنوں سے جو سرکارؐ کی طرح

وہ طرزِ زندگی جو گزاری حضورؐ نے
اہلِ وفا کے واسطے ٹھیری وہی طرح

جبریلؑ آئے کس کو بلانے کے واسطے
عرشِ بریں پہ کون گیا آپ کی طرح

حامدؔ مرے نبیؐ کے سوا اور کون ہے
جس کے سبب زمین وزماں کی پڑی طرح

نعت شریف

کیا خوب ہے سرکارؐ کے کوچے کی فضا بھی
مرنے کی تمنّا میں ہے جینے کا مزہ بھی

دردِ دل بیتاب کی ہوتی ہے دوا بھی
ہے نعت سنانے میں عبادت کا مزہ بھی

یہ تو مجھے معلوم ہے معلوم ہے انؐ کو
قاصد یہ بتا تو نے مرا حال کہا بھی

ان کی نگہِ ناز کے انداز عجب ہیں
ہاں ہاں وہ بدل دیتے ہیں قسمت کا لکھا بھی

اُن سا تو کوئی اور نہ ہوگا نہ ہوا ہے
وہ ختمِ رسالت بھی ہیں محبوبِ خدا بھی

نعتِ شہِ کونین کے نغمے ہیں لبوں پر
آتی رہے کانوں میں درودوں کی صدا بھی

یہ روشنیٔ دیدہ و دل کہتی ہے یارو
آنکھوں مین لگایا بھی ہے زم زم کو پیا بھی

یہ جینے کے آداب بھی آقاؐ سے ملے ہیں
سینے میں مروت بھی ہے آنکھوں میں حیا بھی

کل حشر میں بن جائے گی بخشش کا وسیلہ
ہے ساتھ مرے میرے بزرگوں کی دعا بھی

معلوم ہے یہ بارگہِ ناز ہے جن کی
وہ شاہِ دو عالم بھی ہیں محبوبِ خدا بھی

کہتے ہیں یہاں اشک فسانہ غمِ دل کا
سجدے یہاں ہوتے ہیں نگاہوں سے ادا بھی

غنچوں کے چٹکنے کی بھی آواز نہیں ہے
اس کوچے کے آداب سے واقف ہے صبا بھی

جب قافلۂ شوق چلا میرا مدینے
حامدؔ مرے ہمراہ تھی رحمت کی گھٹا بھی

یہ انؐ کا کرم انؐ کا کرم انؐ کا کرم ہے
حامدؔ نے جو مانگا ہے وہ حامدؔ کو ملا بھی

نعت شریف

انؐ کی رحمت کی انتہا ہی نہیں
فردِ عصیاں میں کچھ رہا ہی نہیں

دل اگر غم سے آشنا ہی نہیں
پھر تو وہ میرے کام کا ہی نہیں

انؐ کا ثانی کہاں سے آئے گا
حق نے تخلیق جب کیا ہی نہیں

سلسلہ انؐ سے عشق والوں کا
جب چلا ہے تو پھر رکا ہی نہیں

ان کے صدقے میں ہم غریبوں پر
رحمتِ حق کی انتہا ہی نہیں

یاد سے ان کی زندگانی ہے
بھولنے کا تو حوصلہ ہی نہیں

ان کی رحمت نے بھر دیا دامن
ابھی میں نے تو کچھ کہا ہی نہیں

جو نہ جاتا ہو ان کے کوچے سے
وہ تو جنت کا رستہ ہی نہیں

گر نہ ہو ختم ان کے روضے پر
زندگی تیرا فائدہ ہی نہیں

دور رہتا ہوں میں مدینے سے
ایسے جینے میں کچھ مزہ ہی نہیں

اے تصور ہو تیری عمر دراز
فاصلہ فاصلہ رہا ہی نہیں

غمِ سرکارؐ کی عنایت ہے
غمِ دنیا سے واسطہ ہی نہیں

میرے آقاؐ کی رہبری کے بغیر
کارواں عشق کا چلا ہی نہیں

جب سے آیا ہے یہ مدینے سے
کہیں حامدؔ کا دل لگا ہی نہیں

نعت شریف

میرے اللہ مسلماں کو مسلماں رکھنا
حال جو بھی ہو اسے صاحبِ ایماں رکھنا

ہم ہیں وابستۂ دامانِ شفاعت ہم پر
نگہِ لطف وکرم شافعِ عصیاں رکھنا

اک فقط آپؐ سے امیدِ شفاعت کے سوا
کچھ نہ ہو پاس تو پھر کیا سرو ساماں رکھنا

جن سے منسوب ہو بس ان سے کہو جو بھی کہو
اپنے سر پر نہ کسی غیر کا احساں رکھنا

مطمئن کتنا ہوں میں انؐ کے کرم کے صدقے
خوش نصیبی مرے افسانے کا عنواں رکھنا

راہِ ہستی میں بہاریں ہی بہاریں ہوں گی
نگہِ شوق میں طیبہ کا گلستاں رکھنا

ان کے الطاف وعنایت کا پتا دیتا ہے
اپنے مداح کو محفل میں نمایاں رکھنا

جو ثنا خوانِ شہِ دیںؐ ہیں لحد میں ان کی
اے خدا نور کی اک شمع فروزاں رکھنا

بُرے اعمال سے اسلام پہ حرف آئے گا
کچھ خیال اس کا بھی اے مردِ مسلماں رکھنا

داغِ فرقت جو ہیں سینے میں بڑے کام کے ہیں
شہرِ جاں میں انھیں داغوں سے چراغاں رکھنا

جب مرتب کرو افسانۂ ہستی اپنا
عشقِ سرکارِؐ دو عالم کو نمایاں رکھنا

تیری آنکھوں میں جو آیا ہے ندامت کے عوض
بس اسی اشک کو افسانے کا عنواں رکھنا

اے خدا لب پہ ہے حامدؔ کے یہی قولِ امیرؔ
نزع کے وقت سلامت میرا ایماں رکھنا

نعت شریف

ذکر انساں کا تو کیا ہے نہ گماں تک پہنچے
شبِ اسریٰ مرے سرکارؐ جہاں تک پہنچے

رہ روِ راہِ ترقی کہاں ممکن ہے کہ تو
میرے سرکارؐ کے قدموں کے نشاں تک پہنچے

نغمۂ صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ گونج اُٹھے
ذکرِ سرکارؐ کی آواز جہاں تک پہنچے

روضۂ پاک پہ کہنا میری آنکھوں کا سلام
طائرِ شوق کبھی تو جو وہاں تک پہنچے

چین لینے دیں اگر اشک تو ممکن ہے کہیں
قصۂ ہجرِ نبیؐ لفظ و بیاں تک پہنچے

آنکھ ادراک نہ کر پائی بڑی حیرت ہے
جانے کیسے وہ مرے حجرۂ جاں تک پہنچے

اُن کے اوصاف کا مداح ہے ربِّ کعبہ
کاش یہ خوش نظری کم نظراں تک پہنچے

انؐ کی رحمت مری بگڑی کو بنا دیتی ہے
اس سے پہلے کہ مری بات زباں تک پہنچے

انؐ کے جلوں کی نئی شان نظر آئے گی
نگہِ شوق جدھر اُٹھے جہاں تک پہنچے

جب پڑھی نعت تو اک کیفِ حضوری پایا
یوں لگا جیسے یہ اشعار وہاں تک پہنچے

آج وہ سوزِ دروں کس کو میسر حامدؔ
کون حسانؓ کے اندازِ بیاں تک پہنچے

نعت شریف

دیں احمد ایمان محمدؐ صلّ اللہ علیہِ وسلّم
حق کا بڑا حسان محمدؐ صلّ اللہ علیہِ وسلّم

ان کی ادا سے جینا آیا ان کے عمل سے دین کو سمجھا
خالق کی پہچان محمدؐ صلّ اللہ علیہِ وسلّم

اپنی ایک جھلک دکھلائیں نزع کے عالم میں آجائیں
موت بنے آسان محمدؐ صلّ اللہ علیہِ وسلّم

آپؐ کے قدموں کا بوسہ لوں اور اپنی تقدیر بنالوں
بس ہے یہی ارماں محمدؐ صلّ اللہ علیہِ وسلّم

عرش پہ انؐ کو حق نے بلایا اور سارے رازوں کو بتایا
ذی رتبہ ذیشان محمدؐ صلّ اللہ علیہِ وسلّم

جوہرِ قابل ان پر صدقے حامدؔ کا دل ان پر صدقے
جان بھی ہو قربان محمدؐ صلّ اللہ علیہِ وسلّم

نعت شریف

ان کے طفیل خوبیٔ تقدیر مل گئی
صدقے میں ان کے خلد کی جاگیر مل گئی

بس اس ادا سے خلد کا میں مستحق بنا
انؐ کے غلام سے مری تصویر مل گئی

اذنِ طلب مجھے بھی مدینے سے مل گیا
شاید مری دعاؤں کو تاثیر مل گئی

صدقہ یہ انؐ کے ذرۂ خاکِ قدم کا ہے
مہر و مہ و نجوم کو تنویر مل گئی

قبلِ دعا خدا کو دیا انؐ کا واسطہ
قسمت سنوارنے کی یہ تدبیر مل گئی

وہ حق کے خاص لطف کا حقدار ہوگیا
جس کو ادائے نالۂ شبگیر مل گئی

حامدؔ کو لوگ کہنے لگے عاشقِ نبیؐ
اس در پہ سر جھکا تو یہ توقیر مل گئی

نعت شریف

جان ہے صدقے نبیؐ پر اور دل قربان ہے
عشقِ محبوبِ خدا ہی دین ہے ایمان ہے

عقل قاصر ہے زباں ہے گنگ عاجز ہے خرد
اس کی کیا توصیف ہو جو دو جہاں کی جان ہے

سنگِ در کا آپ کے سودا ہے بس سر میں مرے
میرے دل میں آپ کے دیدار کا ارمان ہے

بھیک دیتے ہیں جہاں کو آپ کے در کے گدا
ہے وہ شاہوں سے سوا جو آپ کا دربان ہے

سب سے افضل اور اعلیٰ آپ ہیں بعدِ خدا
کون سمجھے کون جانے آپ کی جو شان ہے

آنکھ میں اشکِ ندامت ہاتھ میں نعتِ نبیؐ
پاس میرے میری بخشش کا یہی سامان ہے

آپ کو بھیجا زمیں پر رہبری کے واسطے
ہم پہ حامدؔ رب کا یہ سب سے بڑا احسان ہے

نعت شریف

رازِ حق کے امیں بے گماں مصطفیٰؐ
ہیں کلامِ خدا کی زباں مصطفیٰؐ

ہے چمن آپ کا گل فشاں مصطفیٰؐ
ہے بہار آپ کی بے خزاں مصطفیٰؐ

بے مثال آپ ہیں بے نظیر آپ ہیں
آپ سا اور کوئی کہاں مصطفیٰؐ

میرا ایمان ہے ساری مخلوق کی
جان ہیں انبیاء جانِ جاں مصطفیٰؐ

میرے الفاظ میں اتنی وسعت کہاں
آپ کا وصف ہو کیا بیاں مصطفیٰؐ

ہو گئیں رحمتِ خاص کی ندیاں
آپ کی انگلیوں سے رواں مصطفیٰؐ

کاش محشر میں حامدؔ کے سر پر رہے
آپ کے لطف کا سائباں مصطفیٰؐ

نعت شریف

کرم ساتھ لایا شہِ دین کا جلوہ
جہاں میں جب آیا شہِ دیںؐ کا جلوہ

نگاہوں کو میری کوئی کیسے بھائے
نظر میں سمایا شہِ دیںؐ کا جلوہ

کوئی کیا سمجھ پائے گا انکا پایا
سرِ عرش پایا شہِ دیںؐ کا جلوہ

سبھی آئینوں میں سبھی منظروں میں
ہمیں صرف بھایا شہِ دیںؐ کا جلوہ

یہ وسعت خدا کی عطا کی ہوئی ہے
دو عالم پہ چھایا شہِ دیںؐ کا جلوہ

ہے بس نور ہی نور ہی نور حامدؔ
نہ پیکر نہ سایہ شہِ دیںؐ کا جلوہ

نعت شریف

بہرِ تعظیم اُٹھی رحمتِ باری آئی
جب سرِ حشر شہِ دیںؐ کی سواری آئی

کچھ تجھے ہوگا پتہ بادِ صبا تو ہی بتا
ان کی محفل میں کبھی بات ہماری آئی

میری جانب بھی اُٹھی انؐ کی شفاعت کی نظر
پیشِ حق روزِ جزا جب مری باری آئی

میرے اعمال تو کچھ کام نہ آئے میرے
کام بس آپ کی الطاف شعاری آئی

جب کسی نے بھی کہیں سے بھی پکارا ان کو
بہرِ امداد وہیں ان کی سواری آئی

ان کے الطاف کی حامدؔ کوئی حد ہی نہ رہی
جب سے مجھ میں صفتِ نعت نگاری آئی

غزل

دی ہے جنابِ شیخ نے پھر اک نئی طرح
بن جائے بات آج ہماری کسی طرح

فکرِ سخن میں آج جو بیٹھا میں شام کو
انگلی پکڑ کے ساتھ میں چلتی رہی طرح

یہ سادگئِ فکر کا اعجاز ہی تو ہے
غالبؔ بھی شعر کہنے لگے میرؔ کی طرح

ہر اک کو اپنی اپنی محبت پہ ناز ہے
عہدِ وفا کو کس نے نبھایا مری طرح

نظریں ملا کے آج وہ مجھ سے گزر گئے
کل تک جو لوگ ملتے تھے اچھی بھلی طرح

انکی گلی کا مجھ کو پتہ غیر نے دیا
حامدؔ لگے ہے یہ بھی ہے کوئی نئی طرح

نعت شریف

اس طرح دکھائے گا اثر دیدۂ تر آج
مل جائے گا طیبہ کا مجھے اذنِ سفر آج

میں حاضرِ دربار تھا یہ بات ہے کل کی
پورا مرا ارمان ہو پھر بارِ دگر آج

ہر گوشہ منور ہے میں مصروفِ ثنا ہوں
رشکِ مہ و خورشید نہ ہو کیوں مرا گھر آج

آنسو مرے پھر دامنِ رحمت میں سمائے
یعنی مرے کام آگیا پھر دیدۂ تر آج

یہ روزِ جزا روزِ جزا روزِ جزا ہے
ہر ایک عمل اپنا دکھائے گا اثر آج

یہ روزِ قیامت تو مجھے عید کا دن ہے
آئے گا نظر مجھ کو وہ محبوبِ نظر آج

اے دوست یہاں کل کا بھروسہ نہیں کوئی
جس کام کو کل کرنا ہے اس کام کو کر آج

لیتا ہے زمانہ عجب انداز سے کروٹ
کل تھے جو تونگر وہ ملے دست نگر آج

اغیار کے طعنے نہ سنیں بے عملی کے
آجایئے میدان میں کس لیجے کمر آج

ظالم کی نگاہوں سے ملاتے تھے نگاہیں
اللہ سے مانگیں وہی پھر تابِ نظر آج

مصروف ہوں سرکارؐ کی میں مدح و ثنا میں
حامدؔ مری تخئیل کو لگ جائیں گے پر آج

نعت شریف

۸۷۶

کیا خوب ہے سرکارؐ کے کوچے کی فضا بھی
مرنے کی تمنا میں ہے جینے کا مزا بھی

یہ تو مجھے معلوم ہے معلوم ہے اُن کو
قاصد یہ بتا تونے مرا حال کہا بھی

اُن کی نگہہِ ناز کے انداز عجب ہیں
ہاں ہاں وہ بدل دیتے ہیں قسمت کا لکھا بھی

معلوم ہے یہ بارگہہِ ناز ہے جن کی
وہ شاہِ دوعالم بھی ہیں محبوبِ خدا بھی

کرتے ہیں بیاں اشک فسانہ غمِ دل کا
سجدے یہاں ہوتے ہیں نگاہوں سے ادا بھی

غنچوں کے چٹکنے کی بھی آواز نہیں ہے
اس کوچے کے آداب سے واقف ہے صبا بھی

یہ روشنیٔ دید و دل کہتی ہے یارو
آنکھوں میں لگایا بھی ہے زم زم کو پیا بھی

یہ جینے کے آداب بھی آقاؐ کی عطا ہیں
سینے میں مروت بھی ہے آنکھوں میں حیا بھی

رہتے ہوئے دنیا میں بڑا عیش کیا ہے
جاتے ہوئے دنیا سے کریں شکرِ خدا بھی

کل حشر میں بن جائے گی بخشش کا وسیلہ
ہے ساتھ مرے میرے بزرگوں کی دعا بھی

جب قافلۂ شوق چلا میرا مدینے
حامدؔ میرے ہمراہ تھی رحمت کی گھٹا بھی

۷۸۶

دو سال قبل مسجد نبویؐ کے صحن میں بعد نمازِ عشاء گہرے ابر
اور پھواروں میں مندجہ ذیل اشعار کہے۔

رات میں حاضرِ دربار تھا اللہ اللہ
بختِ خفتہ مرا بیدار تھا اللہ اللہ

رحمتِ سرورِ عالمؐ کی پھواروں میں رہا
ہر طرف ابرِ گہر بار تھا اللہ اللہ

متفرق نعتیہ اشعار

جتنا بھی ستاتی ہے ہمیں گردشِ دوراں
بڑھ جاتا ہے سرکارؐ کی رحمت پہ یقیں اور

حاضر تھا مدینے میں ابھی بات ہے کل کی
پھر دل کا تقاضہ ہے رہو جا کے وہیں اور

آقاؐ کے درِ پاک کا اعجاز تو دیکھو
حامدؔ نے جبیں اپنی جھکائی نہ کہیں اور

☆☆☆

رحمت کی طیبہ میں بارش جا کے دیکھو تو
اُنؐ کی عنایت اُنؐ کی نوازش جا کے دیکھو تو

دیکھ کے حالِ زار تمھارا رحم آجائے گا
وہ خود ہی کردیں گے سفارش جا کے دیکھو تو

عشقِ رسولِ پاک کا کیسا کمال ہوگیا
کوئی اویسؓ بن گیا کوئی بلالؓ ہوگیا

ایسا لگا پہنچ گیا پل میں درِ رسولؐ پر
اے مری چشمِ منتظر یہ تو کمال ہوگیا

گردشِ روزگار کی دل پہ گرفت بڑھ گئی
اب نہ پڑھو نمازِ عشق وقت زوال ہوگیا

☆☆☆

اُن سے منسوب ہوگئے ہیں ہم
اس لیے خوب ہوگئے ہیں ہم

اُن سے الفت کچھ اس طرح کی ہے
اُنؐ کو محبوب ہوگئے ہیں ہم

۸۷۶

وہ کیسی کرتے ہیں نوازش جا کے دیکھو تو
پوری ہوتی ہے ہر خواہش جا کے دیکھو تو
آقاؐ کا دربار ہے نرالی آقا کی ہے شان جدا
خالق نے کی اُنؐ کی ستائش جا کے دیکھو تو

☆☆☆

وہ حبیبِ کبریا ہیں اُن سے بڑھ کر کون ہے
اُن سے بڑھ کر ہوگا کیا اُن کے برابر کون ہے

☆☆☆

نبیؐ کا ذکر بڑھاتا ہے زندگی حامدؔ
اگر کہیں یہ نہ ہوتا تو مرگئے ہوتے

☆☆☆

گداہوں میں مگر ایسا گداہوں اُنؐ کی رحمت سے
جو اپنا دامنِ امید پھیلایا نہیں کرتے

منقبت

حضرت اشرف میاںؒ

غلامِ در درِوالا سے دور رہتا ہے
مگر یہ دل تو انھیں کے حضور رہتا ہے

خیال کرتا ہوں جب بارگاہِ اشرفؒ کا
غمِ زمانہ بہت دور دور رہتا ہے

میں ان کو دیکھ کر دنیا کو دیکھتا ہی نہیں
زمانہ سمجھا کہ مجھ کو غرور رہتا ہے

ہجومِ غم میں انھیں اپنے پاس پاتا ہوں
مرا خیال انھیں بھی ضرور رہتا ہے

میں ان کے چاہنے والوں کا حال بتلاؤں
سکون دل میں تو چہرے پہ نور رہتا ہے

کہاں جبیں کو جھکاؤں کہاں جبیں نہ جھکے
تمہارے در کے تصدق شعور رہتا ہے

ہمیشہ رہتا ہوں میں زیرِ سایۂ رحمت
جو سمجھے دور ہیں آقاؐ وہ دور رہتا ہے

کہیں سے آئیں کہیں بھی رہیں کہیں جائیں
خیالِ کوچۂ جاناں ضرور رہتا ہے

ثبوت کتنا بڑا ہے یہ ان کی قربت کا
کہ میرا دل غمِ دنیا سے دور رہتا ہے

یہ میرے مرشدِ کامل کا ہے کرم حامدؔ
ہر ایک حال میں مجھ کو سرور رہتا ہے

منقبت

حضرت شاہ ابّن بدر چشتؒ

نبیؐ کے ساتھ وہ نسبت ہے بدرِ چشتیؒ کی
کہ رو بکار ولایت ہے بدرِ چشتیؒ کی

بجا کہ یہ بھی عنایت ہے بدرِ چشتیؒ کی
کہ میرے دل میں محبت ہے بدرِ چشتیؒ کی

نہیں ہے بیٹ کا کوئی نشان تربت پر
یہ ایک زندہ کرامت ہے بدرِ چشتیؒ کی

یہ میرا قافلۂ شوق پائے گا منزل
کہ اس کے ساتھ قیادت ہے بدرِ چشتیؒ کی

زمانہ ہو گیا پردہ کئے ہوئے لیکن
دلوں پہ اب بھی حکومت ہے بدرِ چشتیؒ کی

دیارِ غیر میں رہ کر بھی مطمئن ہوں میں
کہ میرے ساتھ حمایت ہے بدرِ چشتیؒ کی

نہیں ہے مونس وغم خوار جن کا کوئی انھیں
گلے لگانا تو عادت ہے بدرِ چشتیؒ کی

خدا کے ولیوں میں ایسا مقام ہے ان کا
کہ اہلِ عشق میں شہرت ہے بدرِ چشتیؒ کی

ہے مجھ کو ناز مقدر پہ اپنے اے حامدؔ
شریکِ حال عنایت ہے بدرِ چشتیؒ کی

منقبت

سودا ہے ترا سر میں دل میں تری الفت ہے
اب اور کسی شے کی کیا مجھ کو ضرورت ہے

اللہ کے ولیوں کا پیغام محبت ہے
نفرت کا سبق دینا شیطان کی فطرت ہے

کچھ پھول پروئے ہیں الفاظ کی صورت میں
اشعار نہیں میرے یہ نذرِ عقیدت ہے

ہر رنج و مصیبت سے وہ دور ہے اُتنا ہی
پیرانِ طریقت سے جتنی جسے نسبت ہے

وہ کیوں نہ قریں ہوگا سرکارؐ مدینہ سے
در سے شہہِ جیلاں کے حاصل جسے نسبت ہے

اس در کے جو منگتا ہیں دامن نہیں پھیلاتے
بے عرضِ طلب دینا سرکارؐ کی عادت ہے

محبوبِ خداؐ کے جو محبوب ہیں اے حامدؔ
کہلاتا ہوں میں اُن کا یہ خوبیٔ قسمت ہے

۷۸۶

غزل

گہوارۂ ادب کے طرحی مشاعرے کے لیے کہی

انھیں صورت مری بھائی بہت ہے
مجھے سن کر ہنسی آئی بہت ہے

مجھے کیسے نہ ٹھکرائے زمانہ
یہ دنیا میں نے ٹھکرائی بہت ہے

لگے ہے میں تمہیں یاد آرہا ہوں
تمہاری یاد آج آئی بہت ہے

زمانہ مجھ سے کیوں نہ بدگماں ہو
تمہاری کار فرمائی بہت ہے

تمناؤں میں گھر کر رہ گیا ہوں
یہ دنیا مجھ کو راس آئی بہت ہے

تمہارے سامنے بولیں تو جانوں
وہ جن کو نازِ گویائی بہت ہے

بھلا محفل میں جاکر کیا کروں گا
مجھے تو میری تنہائی بہت ہے

نبیؐ کے آستاں پر سر جھکا کر
جبینِ شوق اترائی بہت ہے

ہم اپنے راستے کو چھوڑ بیٹھے
یہی اک وجہِ رسوائی بہت ہے

نہ آئے رقص تو میدان بھی کم
جو فن آئے تو انگنائی بہت ہے

خدا کے بعد دنیا میں سہارا
خدا رکھے مرا بھائی بہت ہے

مری بخشش میں حامدؔ روزِ محشر
نمی آنکھوں کی کام آئی بہت ہے

۷۸۶

گہوارۂ ادب کے طرحی مشاعرے کے لیے ایک غزل

لے کر نیا ستم ستم ایجاد آ گیا
چہرہ بدل کے پھر وہی جلاد آ گیا

کیوں آج میرے دل کی کسک میں کمی ہوئی
کیا ان کو اپنا عہدِ وفا یاد آ گیا

آوارہ گانِ عشق جہاں مضمحل ہوئے
شوقِ سفر وہیں پئے امداد آ گیا

کچھ لوگ ان کی بزم میں جھنجھلا کے رہ گئے
جب میرا نام بر لبِ ارشاد آ گیا

منزل نہ رہ سکے گی مری دسترس سے دور
گر کام میرا عزمِ خدا داد آ گیا

جب جب بھی ڈگمگائے قدم راہِ عشق میں
ان کا کرم وہیں پئے امداد آ گیا

آگے نگاہِ شوق سے تھا کاروانِ دل
شہرِ نبیؐ کا ہم کو سفر یاد آ گیا

طیبہ سے رخصتی کا سفر کچھ نہ پوچھئے
آنکھوں میں اشک آ گئے جب یاد آ گیا

حامدؔ نے اس طرح سے کہی اپنی داستاں
ہر اک کو اپنا قصۂ غم یاد آ گیا

۷۸۶

محترم جناب شرؔر حیدر آبادی کے انتقال پر

نکل آئے ہیں کیوں آنکھوں سے آنسو
یہ ہم کیسے ترانے گا رہے ہیں

دکھا کر داغِ دل ہم اپنے حامدؔ
مہ و انجم کو پھر شرما رہے ہیں

نہ جانے کب ہماری آئے باری
ہمارے دوست اُٹھتے جارہے ہیں

میں تازہ نعت پڑھنے جارہا ہوں
شرؔر صاحب بہت یاد آرہے ہیں

۷۸۶

تہنیت

بتقریب شادی خانہ آبادی عزیزی فائز بیابانی سلّمہٗ
خلف جناب محمد افضل بیابانی صاحب مدّ ظلّہٗ العالی

فضلِ رب سے گلشنِ افضل میں آئی ہے بہار
سج گئے دیوار و در اور ہیں فضائیں خوشگوار

آج فائز منصبِ اعلیٰ پہ فائز ہوگئے
مدتوں سے اس گھڑی کا تھا ہر اک کو انتظار

ہو مبارک ان کا آغازِ حیاتِ نو ہے یہ
آج سے ہوتی ہیں خوشیاں ان کے قدموں پر نثار

ہے دعا ہر ہر قدم پر کامرانی ہو نصیب
رحمتیں برسیں سدا ان پر خدا کی بیشمار

ان کی خوشیوں سے ہر اک دل کو خوشی حاصل ہوئی
اور یہ خوشیاں سدا قائم رکھے پرور دگار

دین و دنیا کی عطا کر نعمتیں ان کو خدا
دونوں عالم میں میسر ہو انھیں عِزّ و وقار

رہنما بن جائے ان کا ہر عمل سب کے لیے
ان کا جو بھی فعل ہو دنیا میں ٹھیرے شاہکار

حامدؔ و خانمؔ دعا کرتے ہیں یہ اللہ سے
باغِ افضلؔ میں شجر جو بھی اُگے ہو سایہ دار

۶۸۷

میرے کرم فرما جناب خلیل الزماں خاں صاحب کے
فرزند جناب مجاہد الزماں خاں کی شادی پر.....

رُخ پر ترے نہ کیوں ہوں مجاہد نثار پھول
مدّت سے کر رہے تھے یہی انتظار پھول

نذرانۂ خلوص و محبت کے واسطے
تو نے کھلائے ہیں مرے پروردگار پھول

کلیاں چٹک کے کہتی ہیں بزمِ طرب میں یہ
بشریٰ کی ہر خوشی کے ہیں آئینہ دار پھول

گلشن مہک رہا ہے جنابِ خلیلؔ کا
بوئے خلوص و مہر سے ہیں مشکبار پھول

نکلی لبِ فصیح سے محفل میں یہ دعا
یوں ہی کھلائے رکھ مرے پروردگار پھول

جو دیکھتا ہے دیکھ کے حیرت زدہ سا ہے
سہرے میں لگ رہے ہیں بہت شاندار پھول

ہر ہر قدم پہ چومیں قدم کامیابیاں
لائیں رہِ حیات میں ایسی بہار پھول

دولہا دولہن کے واسطے حامدؔ کی ہے دعا
خوشیاں ملیں ہزار کھلیں بے شمار پھول

۷۸۶

برادرِ محترم جناب سید صلاح الدین سکندؔر کے صاحبزادے
عزیزی سید احمد سکندر کے ولیمے کی تقریب کے لیے تہنیتی اشعار

نسیمِ صبح نویدِ بہار لائی ہے
یہ اپنے ساتھ خوشی کا خمار لائی ہے

لبوں پہ کلیوں کے نغمہ ہے شادمانی کا
ہر ایک سمت جو منظر ہے گلفشانی کا

مسرتوں سے ہمیشہ بھرا رہے دامن
سدا کھلا رہے پھولوں سے آپ کا گلشن

سکندؔر آپ کو یہ ساعتیں مبارک ہوں
یہ پوری ہوتی ہوئی حسرتیں مبارک ہوں

سبھی عزیز ہیں شاداں تو خوش ہیں سب احباب
خوشی کا اور مسرّت کا کچھ نہیں ہے حساب

یہاں بلندیوں اور رفعتوں کا ڈیرا ہے
گھر آج آپ کے شاہین کا بسیرا ہے

خدائے پاک سے حامدؔ کی ہے دعا پیہم
رہے یہ آپ کا لختِ جگر خوش و خرم

۷۸۶

اپنے بیٹے محمد عامر مرزا کے بیٹے محمد صارم مرزا کے لیے

میں انتظارِ صبح میں بیٹھا تھا شام سے
دنیا چمک اُٹھی مری صارم کے نام سے

رحمت خدا کی اس پہ برستی ہے بے گماں
مہکا ہوا ہے حامدؔ و خانمؔ کا گلستاں

عامرؔ کے اور ہماؔ کے دلوں کا قرار ہے
صارمؔ بشکلِ رحمتِ پرور دگار ہے

سب کی یہی دعا ہے اسے ہو خوشی نصیب
مشکل جہاں کی آئے نہ اس کے کبھی قریب

دونوں جہاں میں اس کو ملیں سر بلندیاں
نازاں رہے نصیب پہ صارمؔ کے کہکشاں

پڑھ لکھ کے خوب نام کرے خاندان کا
خوشیاں بنیں نتیجہ ہر اک امتحان کا

۸۷۶

عزیزی علی یاور مرزا خلف محمد بابر مرزا کی پیدائش پر

یہ سال جاتے جاتے خوشی دے گیا مجھے
تحفہ مرا بشکلِ علی دے گیا مجھے

اللہ کے کرم کی کوئی انتہا نہیں
خواہش تھی جس کی مجھ کو وہی دے گیا مجھے

۸۷۶

اپنی پیاری پوتی بنتِ محمد بابر مرزا علینہ ثانیہ مرزا کے لیے

اب علینہؔ مری نگاہ میں ہے
لطف جینے کا اس کی چاہ میں ہے

اس پہ رحمت کی بارشیں ہوں گی
میرے سرکار کی پناہ میں ہے

چاند سورج کا ذکر کیا کرنا
ان کی منزل تو اِس کی راہ میں ہے

اس سے رشتہ ہے کیا بتاؤں میں
اُس کی دادی میرے نکاح میں ہے

داد و تحسین سے نوازیں تو
شعر کا لطف واہ واہ میں ہے

میں بہت دور ہوں مدینے سے
دل مگر انؐ کی بارگاہ میں ہے

جو سکونِ حیات ہے حامدؔ
میرے مرشدؒ کی بارگاہ میں ہے

۸۷۶

جناب لئیق بیگ صاحب کی نواسی کی رخصتی پر

خدا کی رحمتوں کا سلسلہ ہے
ادیبہ اب ترا ڈولا سجا ہے
ملا ہے اب تجھے احسن سا ساتھی
بزرگوں کی دعاؤں کا صلہ ہے
رہیں گی شفقتیں خالد کی سر پر
یہ سایہ سایۂ رحمت بنا ہے
ترنم کی دعا کا ایک ایک لفظ
تمھارا دل منوّر کررہا ہے
جدا ہوتی ہوتم اب اُن کے گھر سے
یہ وقت اِن پر بڑا صبر آزما ہے
لئیق و آفتاب اب ہیں دعا گو
اثر ان کی دعا کو مل رہا ہے

رہو تم شادماں سسرال جاکر
بزرگوں کی یہی رب سے دعا ہے
وہاں پھیلاؤ تم جاکر اُجالے
تمھارے ساتھ نورِ عائشہؓ ہے

سسر کی ساس کی شوہر کی خدمت
تمھارا فرض ہے رب کی رضا ہے
ہو سر پر فاطمہ زہراؓ کا سایہ
یہی فیضِ محمد مصطفیٰؐ ہے

تمھیں راس آئیں حامدؔ کی دعائیں
یہ تحفہ تم کو خانمؔ نے دیا ہے

۸۷۶

عزیز صارم مرزا کی سال گرہ پر کہے

دادا دادی کے درمیان میں ہے
میرا صارم بڑی امان میں ہے
اتنا پیارا نہیں کوئی بچے
منفرد اپنے خاندان میں ہے

☆☆☆

چشمِ مشتاق کا ارمان ہوا ہے پورا
حسرت دل مری اس طرح سے بر آتی ہے
یوں لگا دیکھ کے صارم و علی کو حامد
جیسے اِن سے مری صدیوں کی شناسائی ہے

۸۷۶

عزیزی رحمہ بنتِ مریم بنتِ زہرا کی پیدائش پر

میری بیٹی کی بیٹی اُس کی بیٹی
ذرا دیکھے کوئی کتنی حسیں ہے
کرم اللہ کا صدقہ نبیؐ کا
انگوٹھی اور انگوٹھی کا نگیں ہے

۶/اپریل ۲۰۱۵ء

۸۷۶

میرے بچے اور ان کے بچّے

مدّاح کو مل جاتا ہے مدحت کا صلہ بھی
اور نعت سنانے میں عبادت کا مزا بھی

نعتِ شہِ کونین کے نغمے ہوں لبوں پر
آتی رہی کانوں میں درودوں کی صدا بھی

گر فضل سے بیٹے ہیں مرے عامر[1] و بابر[2]
بیٹی مری زہرا[3] بھی ہے زیبا[4] بھی ضیا[5] بھی

ٹھنڈک مری آنکھوں کی رباب[6] اور علینا[7]
رونق مرے آنگن کی انا[8] بھی ھما[9] بھی

پھولیں پھلیں دنیا میں مرے بچوں کے بچے
حسرت بھی ہے ارماں بھی ہے اور دل کی دعا بھی

جب عائشہ[10] مریم[11] و منال[12] آتی ہیں گھر میں
پاکیزہ سی لگتی ہے مجھے گھر کی فضا بھی

تزئین[13] سے فرحین[14] سے یشفین[15] سے ہے رونق
حمزہ[16] کو جو پایا تو کنول دل کا کھلا بھی

اک پیاری سی اچھی سی دلہن ڈھونڈ کے لائے
اس بات کو بتلایئے طلحہ[17] نے سنا بھی

لائے ہیں نبیل[18] آج جو اک بیر بہوٹی
فرقان[19] بھی خوش ہوگئے شاداں ہے ضیا بھی

تزئین نے خانم کو کوئی بات بتائی
مشہر[20] نے ابھی کان میں کچھ مرے کہا بھی

ہیں کامراں[21] ہم آج زمانے کی نظر میں
یوسف[22] سے فزوں زیست کا معیار ہوا بھی

رحمہ[23] و منال[24] عائشہ[25] ہیں حسن کے پیکر
پاکیزہ ہے مریم[26] سے مرے گھر کی فضا بھی

ہیں مجتبیٰ[27] خوش اور مدثر[28] بھی ہیں فرحاں
یحییٰ[29] سے سکونِ دلِ بے تاب ملا بھی

جب بچوں کو دیتا ہوں میں جینے کی دعائیں
آجاتی ہے لب پہ مرے بخشش کی دعا بھی*

صارم[30] کی طرح اور کبھی صورت میں علی[31] کی
دامن کو میرے میری مرادوں سے بھرا بھی

ہے بھائی ایان[32] اور بہن نورِ مجسم[33]
عبداللہ[34] خدیجہ[35] سے شرف اور بڑھا بھی

تم عیبوں کا اُس کے جو کبھی ذکر کرو گی
خانم[36] تمھیں یاد آئے گی حامد[37] کی وفا بھی

یہ اُنؐ کا کرم اُنؐ کا کرم اُن کا کرم ہے
حامد نے جو مانگا ہے وہ حامد کو ملا بھی

* ڈاکٹر جلیل احمد خاں مرحوم میری بیٹی زیبا کے شوہر ہیں جن کا انتقال ایک کار حادثے میں ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہ و انّا اِلیہ راجعون.

حامد و خانم

اہلیہ: 36. سردار خانم مخفی امروہوی

مصنف: 37. حامد امروہوی

بیٹے: 1. محمد عامر مرزا
2. محمد بابر مرزا

بیٹیاں: 3. زہرہ قادری
4. ڈاکٹر زیبا جلیل
5. ڈاکٹر ضیاء فرقان

دُلہن: 8. ہما عامر مرزا
9. انا بابر مرزا

نواسیاں: 10/25. عائشہ قادری بنتِ زہرا
11/26. مریم قادری بنتِ زہرا
12/24. منال شمسی بنتِ ضیاء
13. تزئین بنتِ زیبا
14. فرحین بنتِ زیبا
15. یشفین بنتِ زیبا

نواسہ: 16. حمزہ علی صدیقی
17. محمد طلحہ خاں
18. نبیل شمسی

داماد: 19. فرقان شمسی

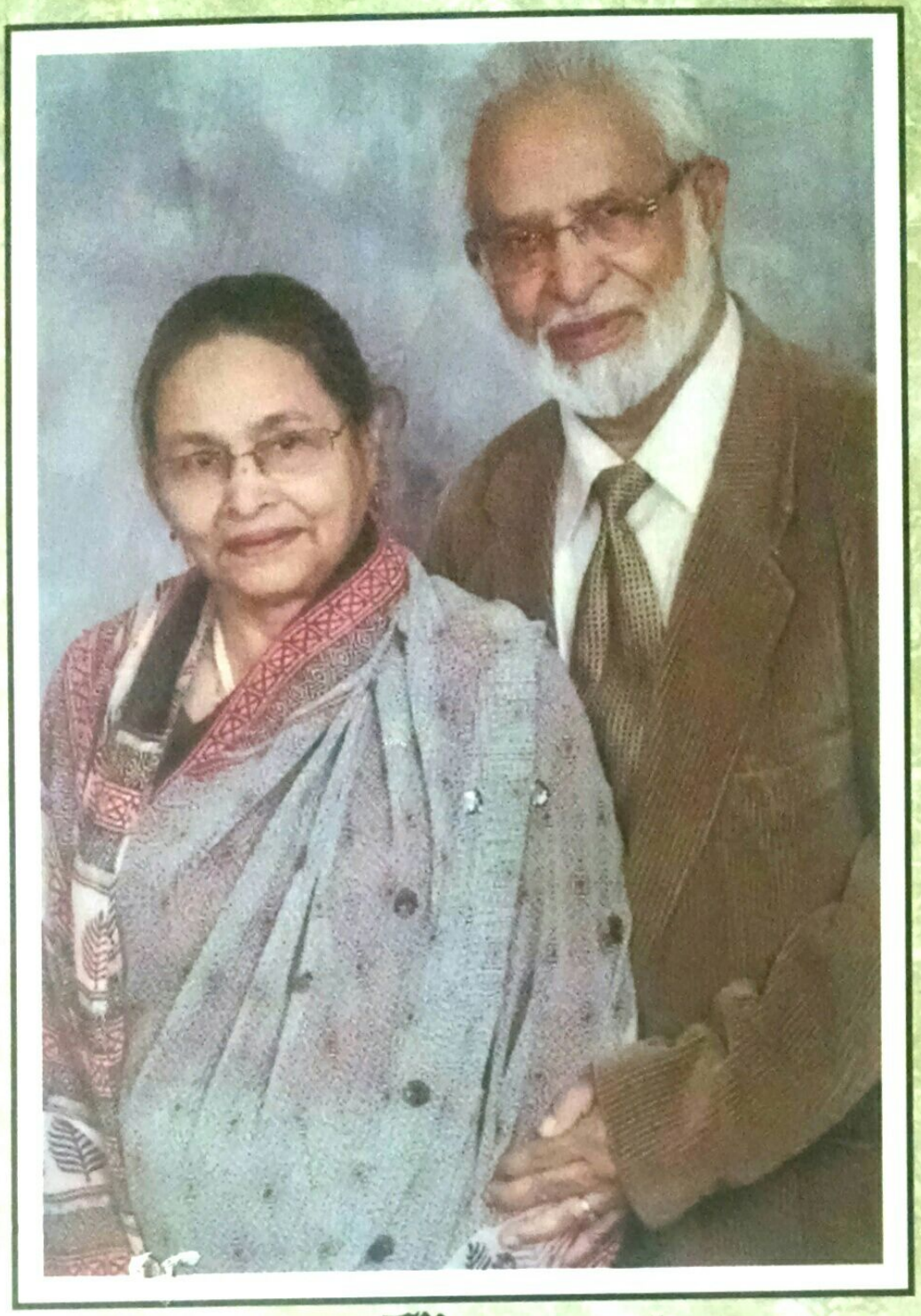
نواسیوں کے شوہر: 20. مشہر علی صدیقی
21. ڈاکٹر کامران خاں شیروانی
22. ڈاکٹر یوسف عبدالکریم
28. سید مدثر
27. سید مجتبیٰ علی

پوتے: 30. صارم مرزا
31. علی یاور مرزا

پوتیاں: 6. رباب مرزا
7. علینا ثانیہ مرزا

پَر نواسے: 29. یحییٰ علی صدیقی
32. ایان خاں شیروانی
34. سید عبداللہ

پَر نواسیاں: 23. رحمہ یوسف
33. نور شیروانی
35. سیدی خدیجہ



حامدؔ امروہوی اور مخفیؔ امروہوی